جلد 27 شمارہ 2 ماہ فروری 2025ء شعبان المعظم 1446ھ

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلاً

صداقت

اللہ

محبّت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

ہے عرش بھی نیچا جو ہو پرواز مسلسل

ماہنامہ

فلاحِ آدمیّت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض و مقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف و کرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب و عرفان اور اس کی رضا و لقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد واذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد و بغض، تجسّس و غیبت اور ہوا و ہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم و رضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لا حاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل و عیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالی کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح و خدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالی کی محبّت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

ماہنامہ

فلاحِ آدمیّت
گوجرانوالہ

فلاحِ آدمیّت

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

بیاد
خواجہ عبدالحکیم انصاریرح
بانی سلسلہ

محمد صدیق ڈاررح
بانی مجلّہ فلاح آدمیت

نگران و سرپرست اعلیٰ: جناب **محمد یعقوب توحیدی** شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ
0344-9000042

مجلس ادارت

مدیر: سید محمد عبداللہ بخاری
0301-7705388

معاون مدیر: شہزاد محمود بخاری
0301-7430525

نائب مدیر: سید رحمت اللہ شاہ
0333-4552212

شفیق احمد، وحید احمد، پیر خان
حافظ محمد یٰسین، عبدالقیوم ہاشمی
خالد محمود بخاری
ماجد محمود توحیدی

ترسیل: **فہد محمود ، محمد ریاض**

شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ
مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ
info@tauheediyah.com :ای میل Ph: 055-3411030
Website www.tauheediyah.com

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

قیمت شمارہ -/30 روپے ✿✿✿ سالانہ فنڈ -/300 روپے

اس شمارے میں

پیامِ قرآن

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُوْنَ۔ (سورۃ المنافقون ۶۳۔ آیت ۹)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تمہارے مال اور تمہاری اولادیں تم کو اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دیں، جو لوگ ایسا کریں وہی خسارے میں رہنے والے ہیں۔

وَمَنْ يُعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا۔ (سورۃ الجن ۷۲۔ آیت ۱۷)

اور جو اپنے رب کے ذکر سے منہ موڑے گا، اس کا رب اسے سخت عذاب میں مبتلا کر دے گا۔

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيْلًا۔ (سورۃ المزمل ۷۳۔ آیت ۸)

اپنے رب کے نام (اللہ) کا ذکر کیا کرو اور سب سے کٹ کر اس کے ہو جاؤ۔

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّأَصِيْلًا۔ وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا۔ (سورۃ الدھر ۷۶۔ آیات ۲۶۔۲۵)

اپنے رب کا نام صبح و شام یاد کرو، رات کو بھی اس کے حضور سجدہ ریز ہو، اور رات کے طویل اوقات میں اس کی تسبیح کرتے رہو۔

فَالْمُلْقِيَاتِ ذِكْرًا۔ عُذْرًا أَوْ نُذْرًا۔ (سورۃ المرسلات ۷۷۔ آیات ۶۔۵)

پھر (دلوں میں خدا کی) یاد ڈالتی ہے، عذر کے طور پر یا ڈراوے کے طور پر۔

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى۔ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى۔ (سورۃ الاعلیٰ ۸۷۔ آیات ۱۴۔۱۵)

یقیناً اس نے فلاح پائی جو پاک ہوا، اور اپنے رب کا نام یاد کیا، پھر نماز پڑھی۔

فرمانِ نبوی ﷺ

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہم کو نماز پڑھائی ۔پھر منبر پر تشریف لائے اور اپنے ہاتھ سے قبلہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ابھی جب میں نماز پڑھ رہا تھا تو جنت اور دوزخ کو اس دیوار پر دیکھا ۔اس کی تصویریں اس دیوار میں قبلہ کی طرف نمودار ہوئیں تو میں نے آج کی طرح خیر اور شر کبھی نہیں دیکھی ۔آپ ﷺ نے قول مذکور تین بار فرمایا۔

(کتاب الاذان،صحیح بخاری)

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:لوگوں کا کیا حال ہے جو نماز میں اپنی نظریں آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں ۔آپ ﷺ نے اس سے نہایت سختی سے روکا۔یہاں تک آپ ﷺ نے فرمایا کہ لوگ اس حرکت سے باز آجائیں ورنہ ان کی بینائی اچک لی جائے گی۔

(کتاب الاذان،صحیح بخاری)

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز میں ادھر اُدھر دیکھنے کے بارے میں پوچھا۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تو ڈاکہ ہے جو شیطان بندے کی نماز پر ڈالتا ہے۔

(کتاب الاذان،صحیح بخاری)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک دھاری دار چادر میں نماز پڑھی ۔پھر فرمایا کہ اس کے نقش ونگار نے مجھے غافل کردیا۔اسے لے جا کر ابوجہم کو واپس کر دو اور ان سے (بجائے اس کے)سادی چادر مانگ لاؤ۔

(کتاب الاذان،صحیح بخاری)

ندائے عارف

(فرمودات شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد یعقوب صاحب توحیدی مدظلہٗ)

(ماجد محمود توحیدی)

☆ ایک بھائی نے عام لوگوں کی طرف سے اختلاف رائے کی بات کی تو اس پر فرمایا:

ہم تو صرف پیار کرتے ہیں۔ آپ کے پاس پیار کا ذخیرہ موجود ہے تو یہ پیار کریں۔ حلقہ میں وہی آئے گا جس کی قسمت اللہ نے اس طرف مقرر کر رکھی ہے۔ آپ کا کام ہے کام کریں، آپ کا کام آدمی کو کھینچ کر لانا نہیں ہے۔ آپ صرف پیار کریں اور اپنی تعلیم پیش کریں۔ کوئی مانتا ہے تو وہ آزاد ہے، کوئی نہیں مانتا تو بھی وہ آزاد ہے۔ ہمارا پیار اس کے ساتھ ہے۔ اپنا رویہ یہ رکھیں۔ اپنی سوچ Positive رکھیں۔ ہر کسی کے متعلق Positive سوچ رکھیں اور پیار کریں بس۔ اس کے علاوہ تردد کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ آپ کے اندر تو یہ پیار کا بورا بھرا ہوا ہے ناں، اسے نکالیں اور استعمال کریں، اس کا اثر ہوگا۔

☆ حلقہ ذکر میں شمولیت کی بات چلی تو فرمایا:

نہ ہماری ٹریفک صحیح ہے، نہ موسم ٹھیک ہے، آج کل بہت ہی احتیاط کی ضرورت ہے۔ ڈرائیور بھی ہمارے الا ماشاء اللہ ہی ہیں۔ (ایک پیر بھائی کا نام لیا کہ) ان کی زندگی اسی میں گزر گئی۔ ان سے وقت نہیں گزرتا ہوگا۔ اس سے کون انکار کر سکتا ہے۔ انہیں ساٹھ ستر سال ہو گئے تو بس اسی میں کہ جس دن حلقہ ذکر ہوتا تھا ان کی یہی بات تھی کہ عصر کے بعد چل پڑے۔ وہ نہیں رکنے والے۔ وہی Conditi on آج تک جاری ہے۔ (دوسرے بھائی کا نام لیا کہ ان کے بقول) اُن کی ٹانگیں ساتھ نہیں دے رہیں لیکن پھر بھی وہ آجاتے ہیں

ایک نہیں دو نہیں تو تیسرے جمعے تو ضرور پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں ۔انہیں ویسے میں نے بھی منع کیا ہے کہ آپ مت آیا کریں ۔آپ ٹیلی فون پر رابطہ کرلیا کریں ۔بجائے اس کے کہ آپ Physically آئیں اور اپنے آپ کو تکلیف میں مبتلا کریں ۔یہ تکلیف آپ کی خدانخواستہ ایک دفعہ بڑھی تو سب کو اس میں مبتلا کردے گی ۔آپ گھر میں ہی آرام کریں ۔وہ گھر میں رہیں ۔اس وقت گھر سے کہیں اکیلے نکلنا ان کے لئے Advisable نہیں ہے ۔

باقی بات چیت تو ہوتی رہتی ہے تو کہیں اگر فضائل بیان کرنے کی ضرورت ہو تو یہ بتادینا چاہئے کہ کس آدمی کو کہاں آرام ہو ۔آپ کو بھی آرام ہو ،جن کو ملنے جارہے ہیں وہ بھی آرام سے رہیں ، دونوں صورتوں میں سب کو فائدہ ہو ۔ایسی صورت کوئی پیدا کریں ۔ بصورت دیگر کہیں جانا ہی ضروری نہیں ہے گھر پر بیٹھ کر بھی ایسی کوئی خدمت کرسکتے ہیں تو کریں ،اللہ تعالیٰ جزا دے گا اور دوسرے لوگ بھی اس سے مستفید ہو جائیں گے ،اور ٹیلی فون پر آدھی ملاقات تو ہو ہی جائے گی ۔ایسی باتیں کر کے ایسے بزرگوں کو مطمئن کردیا کریں ۔وہ نہیں ٹھہر سکتے ،ان کی عادت ہی ایسی پڑ گئی ہے تو ان کو مطمئن کرنے کی کوشش کیا کریں ۔

☆ باہمی معمولات میں کہیں غلطی پر معافی کی بات ہوئی تو فرمایا:

اس کی ضرورت ہے اور میرا خیال ہے کہ یہ بات سامنے آنی چاہئے ۔مجھے یاد ہے کہ کہیں کسی نے باباجی علیہ رحمۃ (حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ) کو اگر کبھی کہہ دیا کہ مجھے فلاں آدمی ملا تھا ،اتنا پیارا کہ مجھے فلاں صحابی یاد آگئے ۔اتنا اعلیٰ اخلاق کا آدمی ۔اس سے یہ بات ہوئی تو اس نے آگے سے معافی مانگ لی اور بڑے پیار سے بات کو ٹال دیا ۔اس بات پر باباجیؒ بڑے خوش ہوتے تھے ۔

ہمیں اس بات کا بڑے خیال سے ،بڑے محتاط ہو کے بات بھی کرنی چاہئے اور جہاں غیروں میں ہوں وہاں تو اور زیادہ محتاط ہو کر وہاں Impression چھوڑنا چاہئے ۔یہ بہت ضروری ہے تا کہ ہماری انفرادیت قائم ہو ۔یہ قائم رکھنی چاہئے ۔اس میں کہیں بھی فرق نہیں آنا چاہئے ۔اپنی انفرادیت اپنی جگہ قائم رکھیں کہ ہم توحیدی ہیں ،ہمارا منفرد طریقہ کار ہے

، ملنے کا، رہنے سہنے کا، بات چیت کرنے کا، ہمارا الگ طریقہ ہے۔ یہ سارے بھائیوں کو بہت محتاط ہو کر رہنا چاہیے۔ کوئی اگر کہیں غصہ آجائے تو اسے فوراً کنٹرول کر کے اپنے آپ کو ایسے Impression دینے سے بچائیں کہ بدنامی ہو۔ یہ صرف ایک نہیں بلکہ پورے حلقے کی بدنامی ہوگی۔ اس لئے یہاں بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔

☆ حلقہ میں سب کو میرا اسلام کہنا اور سب سے کہو بس اللہ کو یاد کرو۔ یہی آپ کے حلقے میں چاہیے، یہ حلقے کی جان ہے۔ اللہ اللہ کرتے رہو گے تو حلقے میں جان پڑتی رہے گی۔ حلقہ خوب پھلتا رہے گا، پھولتا رہے گا۔ اللہ اللہ بند ہو جائے گی تو حلقے کی جان نکل جائے گی۔ ایسا نہ کرنا۔ ہر حالت میں اللہ اللہ کرنا۔ جیسے ہے اسی طریقے سے۔ یہ نہیں چھوڑنا۔ میری طرف سے سب کو بہت بہت سلام دعا اور پیار۔ اللہ سب کو اپنے حفظ وامان میں رکھے اور سب کے گھروں میں صحت وتندرستی عطا فرمائے۔

☆ حلقہ ذکر میں شمولیت کی بات ہوئی تو فرمایا:

حلقہ ذکر میں جب آپ نہیں آتے، اس کا بتایا یا نہیں بتایا، Absent mark تو ہو گیا۔ یہ تو اچھا ہے کہ حلقے والے آپ کو جرمانہ نہیں کرتے ورنہ تو آپ کو ہر بار جرمانہ پڑتا ہے، یہ تو آپ کے لئے بڑا مسئلہ بن جائے۔ اس کا خیال رکھیں۔

☆ ہمارا مقصد جو ہے وہ سب سے پہلے اللہ کو اپنے دل میں بٹھانا ہے، اس کی یاد کرنی ہے، پیار سے یاد کرنی ہے اور پھر آپس میں پیار کرنا ہے۔ آپس میں پیار بہت ضروری ہے۔ آپس میں پیار کرو اور اللہ کو یاد کرو۔ یہ وہ چیزیں ہیں جو آپ کو ان شاء اللہ اللہ تک پہنچا دیں گی۔ آپس میں پریم بہت ضروری ہے۔ آپس میں ملنے سے جو فائدہ ہوتا ہے وہ جو آدمی نہیں ملتا اس کو جو ملتا ہے اس سے فرق ایک دو ہفتے میں محسوس کر سکتے ہیں۔ جو نہیں ملتا اس کا بھی پتا چل جاتا ہے اور جو ملتا ہے اس کا بھی پتا چل جاتا ہے۔ آپس میں بھائی ملا کریں اور

ایک دوسرے سے پیار کیا کریں۔اللہ تعالیٰ سب کو توفیق دے۔اللہ سب کو اپنی یاد سے نوازے اور اپنے حفظ و امان میں رکھے۔

حالات ملک کے جیسے ہیں اس کے مطابق چلتے جائیں۔ ہمارا تو کسی کے ساتھ Tension نہیں ہے،بس اپنا Tension free زندگی جیسے گزار رہے ہو،گزارو اور اللہ کی یاد جاری رکھو۔ ہمارا اول اور آخر کام اللہ کی یاد ہی ہے۔اس میں کسی بھی صورت کمی نہ کرنا۔باقی جو باتیں رستے میں آئیں گی وہ بھی ہوتی جائیں گی لیکن اللہ کو نہیں بھولنا۔

(آن لائن محفل مورخہ ۲۶ نومبر ۲۰۲۳ء کی گفتگو سے اقتباسات)

☆ محفل میں ڈاکٹر احمد رضا خان کی وفات پر تعزیتی کلمات جاری رہے۔اسی دوران آپ نے فرمایا:

کئی حلقوں سے بھائیوں نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔ ملتان سے، راولپنڈی سے،نوکھر سے اور کئی دوسرے حلقوں سے شرکت ہوئی۔لوگ ایسے کھنچے چلے آئے تو یہ دیکھ کر مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اتنی توفیق دی کہ ہم اپنے بھائی کے جنازے میں شمولیت کے لئے اتنے جوش سے اور اتنے ولولے سے شامل ہوئے۔ یہ بڑی بات ہے۔ نوشہرہ ورکاں میں کوئی ایک بھائی بھی نہیں بچا، سارے آ گئے۔ ایسے ہی ڈسکے سے آ گئے۔ حلقے میں نہیں جاتے، یہاں سارے کے سارے پہنچ گئے۔لاہور سے بھی آ گئے۔ماشاء اللہ مجھے بڑی خوشی ہوئی۔اللہ تعالیٰ سب کو جزا دے اور اسی طرح پیار اور محبت سے ایک دوسرے کے کام آنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اس کی وفات پر جو محلے کی خواتین تھیں وہ بھی دھاڑیں مار کر رو رہی تھیں کہ یہ تو ہمارا بھائی تھا جو چلا گیا۔اس نے پورے محلے میں ایک ایسا اثر بنایا تھا۔ایک ایسا بے لوث آدمی کہ کبھی کسی نے کچھ کہا تو کام کرنے میں انکار تو دور کی بات، دیر بھی نہیں کی۔ اتنا پرخلوص اور اتنا Devoted آدمی۔ اپنے حلقے میں دیکھو تو وہاں، محلے میں دیکھو تو وہاں، گھر میں دیکھو تو وہاں۔گھر میں اس کی بیوی بیمار ہے،بچوں کو سکول میں لے جانے کے لئے تیار کرنا، تیار کر

کے سکول لے جانا، پھر واپس لانا، بیوی کو ناشتہ کرانا، بچوں کو ناشتہ کرانا، یہ سارا اس کے ذمے تھا۔ یہ سب وہ خود کرتا تھا۔ بیوی بیمار تھی، کیا کرتا؟ سارا کام وہ خود کرتا تھا۔ اسے اللہ میاں نے لے لیا۔ یہ ایسی باتیں ہیں، ہماری جو Requirements ہیں وہ یہی ہیں ۔ بے غرض اور بے لوث خدمت کرو۔ پہلے تو اس نے اتنی فکر نہیں کی، آخر میں پچھلے سال اس نے اپنے بھائی سمیت چار پانچ آدمی بیعت کروا دیئے۔ یہ الگ سے اس نے کام شروع کر دیا تھا۔ چار پانچ آدمی تو بڑی بات ہے، انصاری صاحبؒ نے فرمایا تھا کہ اگر کسی نے اللہ کی راہ پر کسی ایک آدمی کو بھی لگا دیا تو یہ اس کی نجات کا ذریعہ بن گیا۔ یہ بڑی بات ہے۔ انہوں نے گوجرانوالہ سے چار پانچ آدمی بیعت کرائے ہیں اور ماشاء اللہ سارے بڑے اچھے بچے ہیں۔

اپنے بھائیوں کو جن کے ساتھ وقت گزرا ہے ان کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ ظاہر ہے ان سے ملاقاتیں زیادہ رہی ہیں تو ان کا حق زیادہ ہے۔ ان کو خاص طور پر اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا کیونکہ جب آنکھیں بند ہو جاتی ہیں، آدمی اگلے جہاں چل پڑتا ہے تو پھر انہیں دعاؤں کی بہر حال ضرورت ہوتی ہے۔ ہم ایسے نہیں ہیں کہ ہمیں دعاؤں کی ضرورت نہ ہو، دعاؤں کی ضرورت ہمیں ہوتی ہے۔ دعا کریں اللہ تعالیٰ اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر عطا فرمائے۔

محفل میں احمد رضا خانؒ کے بارے میں دوبارہ فرمایا:

انسان آرہے ہیں جا رہے ہیں اور یہ نظام چل رہا ہے اور ہر آدمی اپنی جگہ پر مطمئن بھی ہے۔ احمد رضا چلا گیا، اس کی کمیاں جو ہیں وہ کچھ عرصہ محسوس ہوں گی پھر وہ بھی عدم میں عدم ہو جائے گا۔ یہ ختم ہو جائیں گی۔ ایسا ہی ہے۔ شروع شروع میں انصاری صاحب گئے، کئی لوگ ان کی یاد میں ہی چل بسے، اب وہ بھی عدم میں ہو گئے ہیں۔ سب چل رہا ہے، کچھ پتا نہیں چلتا۔

احمد رضا کہتا رہتا تھا کہ اپنے بچوں کو بھی ذکر میں آتے ہوئے اپنے ساتھ رکھا کریں، اس سے بڑا فرق پڑتا ہے۔ ایک تو بچہ بدراہی سے بچ جاتا ہے اور دوسرا اگر یہ شغل اور محبت اس میں پیدا ہو جائے تو اس کی زندگی بن جاتی ہے۔ یہ کہتا رہتا تھا کہ میری مثال آپ کے سامنے ہے،

مجھے میرے والد صاحب اپنے ساتھ ہی رکھتے تھے۔اسی طرح ہمارے اور بھائی ہیں جنہوں نے اپنے سارے بچوں کو حلقے میں بیعت کرا دیا اور سب ماشاء اللہ بڑے پیارے ہیں اور چل رہے ہیں۔

احمد رضا نے چھ مہینے کے اندر اندر تین آدمی اور ایک اپنا بھائی بلال، انہیں حلقے سے متعارف کرا کے بیعت کرایا۔یہ ان کی Investment ہے ماشاء اللہ ۔یہ ان کے کام آئے گی، انہوں نے کام کیا ہے۔

☆ اللہ کی مستقل یاد اور مخلوق خدا سے پیار، آپس میں پیار، حلقے سے پیار ہی بڑھاتے جائیں۔ ان شاء اللہ اللہ ہر لحاظ سے، ہر طرح سے آپ کو کامیاب کرے گا۔ انشاء اللہ

☆ شیطان انسان کا شروع سے ہی Partner ہے۔یہ کسی نہ کسی طریقے سے انسان کو کسی نہ کسی شعبے میں اپنے ساتھ ملا ہی لیتا ہے۔وہ کہتا ہے کسی ایک شعبے میں میرے پاس آ جائیں پھر دیکھا جائے گا۔آگے پھر بڑھیں گے۔یہ بڑا زبردست پارٹنر ہے۔اللہ ہدایت دے۔بس اللہ بچائے اور اللہ ہمیں اپنے حفظ وامان میں رکھے۔آمین۔

☆ محفل میں شریک ایک نئے بیعت ہونے والے بھائی سے مخاطب ہوئے:

دل لگا کر نماز پڑھو اور رات کی ایک نماز کے بعد یہ جو نفی اثبات کا ذکر ہے یہ اول آخر درود شریف ملا کر دس پندرہ منٹ کر لیا کرو، اور ختم پڑھ کے اپنے لئے اور سب کے لئے دعا کر لیا کرو۔ یہ ذرا پیار سے کیا کرو، اس طرح یہ ٹائم بھی بڑھتا جائے گا اور پھر آپ کو مشکل بھی نہیں رہے گی۔ پیار سے، اللہ کو سامنے رکھ کے کہ اللہ میرے سامنے ہے اور میں اسے پیار کر رہا ہوں، لا الہ الا اللہ نہیں کر رہا۔ پیار کیا کرو کہ میرا اللہ ایک ہی ہے، میرا اللہ ایک ہی ہے، اور کوئی بھی نہیں ہے، بس ہمارا اللہ ایک ہی ہے۔بس ایسے پیار کر لیا کرو۔ ان شاء اللہ پیار آ جائے گا تو آپ کو اللہ بہت آگے نکال لے گا۔بس ایسا کیا کرو۔

بس اللہ اللہ کیا کرو۔ یہ ضروری ہے۔ ہمارے ہاں دو ہی چیزیں ہیں، پیار کرو حلقے والوں سے اور اللہ سے، اور بس اللہ اللہ کرو۔ بس اور کوئی زیادہ مسئلہ نہیں ہے۔ یہی کام ہے۔ یہ کرو گے تو ان شاء اللہ اللہ آپ کو پار لگا دے گا۔

اللہ سے پیار کیا کرو۔ زیادہ نہیں تو تھوڑا تو کر ہی سکتے ہو۔ دس پندرہ منٹ یہ سمجھو کہ میں اپنے دوست سے باتیں کر رہا ہوں۔ اللہ میاں بھی تو ہمارا دوست ہے۔ اپنے دوست اللہ میاں سے بات کرنے کا وقت نکال لیا کرو۔ وہ اس بات سے سب سے زیادہ خوش ہوتا ہے جو کوئی اس کی تعریف کرے۔ بس کہہ دیا کرو کہ کوئی بھی نہیں ہے میرا، تو ہی ہے۔ کوئی بھی نہیں ہے میرا، تو ہی ہے۔ کوئی بھی نہیں ہے میرا، تو ہی ہے۔ بس اس بات کو پکا کر لو۔ یہی آپ کا پیار بھی ہو جائے گا، باتیں بھی ہو جائیں گی، ذکر بھی ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ آپ سے خوش ہو جائے گا۔ ہمارا اور کون ہے یار اس کے سوا؟

☆ ایک نئے مرید سے ذکر کا پوچھا تو اس نے بتایا کہ تھوڑا بہت ہو رہا ہے۔ اس پر فرمایا:

یہ تھوڑا بہت ذکر کیا ہوتا ہے؟ ملتان والوں سے مجھے یہ توقع بالکل نہیں تھی یہ یاد رکھیں۔ ملتان تو مجسم ذکر ہے۔ ماشاء اللہ وہاں تو زبردستی ذکر کھینچتا ہے، لوگوں کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ یار یہ پیار کیا کرو۔ اللہ کو یاد کیا کرو۔ اس طرح اگلے سال آؤ گے تو آپ لوگوں کی وجہ سے یہاں رونق دوبالا ہو جائے گی۔ اللہ اللہ کیا کرو۔ اسی میں زندگی ہے، اس کی موت بھی موت نہیں ہے، وہ بھی زندگی ہے، دائمی زندگی میں قدم رکھ لو گے۔ یہ ایسی بات نہیں ہے۔ جو یہاں اللہ اللہ کرتا ہے، وہ مرتا نہیں ہے، وہ زندہ رہتا ہے۔

موت کو سمجھا ہے غافل اختتام زندگی
ہے یہ شام زندگی، صبح دوام زندگی

یہ جو اللہ اللہ کرتا ہے، یہ اس کا مقام ہے۔ ہمیشہ کی زندگی کی صبح ہوتی ہے۔ اللہ اللہ کیا کرو۔ یہ زیادہ وقت بھی نہیں لیتا۔ تھوڑا چلتے پھرتے اللہ کو یاد کر لیا کرو۔ بس اللہ میاں اسی

سے خوش ہو جاتا ہے۔اتنی بڑی ہستی ہے کہ وہ ہمارے ساتھ مقابلہ نہیں کرتا۔وہ تو ایک دفعہ شرمندگی سے آپ دو آنسو گرا دیں، اللہ کہتا ہے کہ میں نے تمہارے سارے گناہ معاف کر دیئے، بس مزے کرو۔وہ اتنی سی بات میں خوش ہو جاتا ہے۔ہمیں اور کیا چاہئے؟ ہمیں بھی بس یہی چاہئے کہ وہ خوش ہو جائے، ہمیں اور کچھ چاہئے ہی نہیں۔وہ راضی ہو جائے بس۔ اس کی رضا کے لئے اتنی سی بات بڑی ہے: دل میں شرمندگی سے اللہ کو یاد کیا، معافی مانگ لی کہ اللہ میاں مجھے معاف کر دینا، میں کمزور ہوں۔اللہ میاں خود بھی کہتا ہے کہ میں نے انسان کو بہت کمزور پیدا کیا ہے۔بس اسی میں اللہ میاں راضی ہو جائے گا اور یہ کسی انسان کے لئے سب سے بڑی دولت ہے۔مسلمان کے لئے سب سے بڑی دولت یہی ہے کہ اللہ کو راضی کر لے۔اللہ کو راضی کرو۔اس میں غفلت بالکل مت کرو۔

احمد رضا کی عمر اکتالیس سال تھی۔آپ اندازہ لگائیں کہ بھرپور جوانی تھی، ابھی Maturity بھی نہیں آئی تھی۔اللہ نے بلا لیا۔آنے کی ترتیب ہے، پہلے دادا آتا ہے، پھر باپ آتا ہے، پھر پوتا آتا ہے وغیرہ وغیرہ لیکن جانے کی کوئی ترتیب نہیں ہے۔جس وقت اللہ میاں چاہتا ہے، جدھر چاہتا ہے، بلا لیتا ہے۔ہمیں ہر وقت، مسلمان کو ہر وقت جانے کے لئے، مرنے کے لئے انتظار میں رہنا چاہئے کہ کب مجھے بلاوا آتا ہے کہ میں لبیک کہہ دوں۔ میں لبیک کہوں کہ میرے اللہ! میں حاضر ہوں، میرے اللہ! میں حاضر ہوں۔اس کے لئے پھر تیاری بھی کرنی پڑتی ہے۔جتنا آدمی ہوشیار ہوتا ہے کہ میں نے جانا ہے، کسی وقت بھی بلاوا آ سکتا ہے تو پھر اپنی تیاری بھی کرنی پڑتی ہے۔وہ تیاری اتنی بھی بہت ہے کہ اللہ میاں سے شرمندہ رہو، معافی مانگتے رہو، اور یاد کرتے رہو کہ یا اللہ مجھے معاف کر دے، یا اللہ مجھے معاف کر دے۔بڑے پیار سے یاد کرتے رہو۔ایسے جیسے اپنی کسی بڑے سے، اپنے باپ سے یا اپنی اولاد سے یا اپنے خاص الخاص دوست سے بات کر رہے ہو، پیار میں بے تکلف ہو کر۔ایسے بات کریں، اللہ میاں کو خوش ہونے میں دیر نہیں لگتی۔بس اللہ کو خوش کر لو، یہ ضروری ہے میرے بچے۔

(آن لائن محفل مورخہ ۱۷ دسمبر ۲۰۲۳ء کی گفتگو سے اقتباسات)

سائنس اور قریب الموت تجربات

(کیا شعور دماغ پر منحصر ہے؟ قدیم و جدید نظریات)

(مصنف: کرس کارٹر)

ترجمہ: سید رحمت اللہ شاہ

آخرت کے وجود کے خلاف سب سے مضبوط دلائل وہ ہیں جو شعور کے حیاتیاتی دماغ سے الگ وجود کے امکان کو مسترد کرتے ہیں۔ یہ دلائل اپنی سب سے زیادہ طاقت عام اور نا قابل تردید تجرباتی حقائق سے اور جدید سائنس کے نتائج کے ساتھ ان کے مبینہ تعلق سے حاصل کرتے ہیں۔ درحقیقت ان دلائل کی ایک قدیم تاریخ ہے۔

یونانی ایٹم پرست وہ سب سے پہلے تھے جنہوں نے روح کی تعریف مادی ایٹموں کے حوالے سے کی۔ ایپی کیورس (Epicurus)(270-342 قبل مسیح) نے روح کو "باریک ذرات کا جسم --- جو سانس اور گرمی کے آمیزے سے مشابہ ہے۔" قرار دیا۔ اس نے روح کے جسم پر مکمل انحصار پر زور دیا، یہاں تک کہ جب جسم سانس اور گرمی کھو دیتا ہے تو روح منتشر ہو کر فنا ہو جاتی ہے۔ رومی شاعر لوکریشیس (Lucretius)(55-99 قبل مسیح) نے ایپی کیورس کے نظریات کو اپنایا اور ایٹم پرست روایت کو جاری رکھا، جس میں دماغ کو نہایت باریک ذرات پر مشتمل قرار دیا۔ لوکریشیس نے اولین اور سب سے متاثر کن مقالہ لکھا جس میں اس نے یہ دلیل پیش کی کہ دماغ اور جسم کا تعلق اتنا گہرا ہے کہ دماغ کا انحصار جسم پر ہے، اس لئے یہ اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ اس نے پہلی دلیل یہ دی کہ دماغ جسم کی نشوونما اور زوال کے ساتھ پختہ ہوتا اور عمر رسیدہ ہوتا ہے؛ دوسری دلیل یہ دی کہ شراب اور جسم کی بیماری دماغ پر اثر ڈال سکتی ہیں؛ تیسری دلیل یہ دی کہ دماغ اس وقت متاثر ہوتا ہے جب جسم کسی ضرب سے شل ہو جاتا ہے؛ اور آخری دلیل یہ دی کہ اگر روح لافانی ہے تو اسے اپنی سابقہ زندگیوں کی یادیں کیوں نہیں ہیں؟

اسی نوعیت کے دلائل، جن میں یہ کہا گیا کہ دماغ ذہن کا فعل ہے، انیس صدیوں کے بعد

تھامس ہکسلے (Thomas Huxley) جیسے لوگوں کے کام میں زیادہ زور سے اٹھائے گئے، جس نے لکھا کہ انسانوں اور جانوروں کا شعور 'ان کے جسم کی ترکیب سے متعلق معلوم ہوتا ہے، بالکل ایسے ہی جیسے ان کے امور کا ایک ضمنی نتیجہ کہ جس میں ان امور کو تبدیل کرنے کی کوئی طاقت نہیں ہوتی، جیسے ایک بھاپ کی سیٹی کہ جو چلنے والے انجن کے ساتھ تو رہتی ہے لیکن اس کا اس کی مشینری پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔' دوسرے الفاظ میں شعور دماغ کی سرگرمی کا صرف ثانوی مظہر ہے جو کہ دماغ کی سرگرمی کا ایک اثر ہے نہ کہ اس کی وجہ، اور یہ دماغ کے کام کرنے سے پیدا ہوتا ہے اسی طرح جیسے ایک سیٹی بھاپ کے انجن کے کام کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ذہن دماغ کے بغیر نہیں رہ سکتا۔

برٹرنڈ رسل (Bertrand Russell) نے مادہ اور ذہن کا تجزیہ اپنی اس بنیاد سے شروع کیا کہ "مادہ کا ایک ٹکڑا واقعات کا ایک گروپ ہوتا ہے جو اسباب کے قوانین سے جڑا ہوتا ہے، یعنی طبعیات کے اسباب کے قوانین۔ ایک ذہن بھی واقعات کا ایک گروپ ہوتا ہے جو اسباب کے قوانین سے جڑا ہوتا ہے، یعنی نفسیات کے اسباب کے قوانین۔" اس نے تحریر کے وقت (1956ء) اس بات کا اعتراف کیا: ہم نے ابھی تک انسانی دماغ کو علم سکون وحرکت (Quantam Mechanics) کی درست زبان میں بیان کرنا نہیں سیکھا ہے۔" لیکن یہ کہا کہ علم سکون وحرکت کے اسرار کا ہمارے مسئلے سے سب سے اہم تعلق اس میں ہے کہ یہ ہمیں دکھاتے ہیں کہ ہم مادے کے بارے میں کتنی کم معلومات رکھتے ہیں۔" اس کے بعد اس نے ایک مفروضہ پیش کیا "جو سادہ اور اکٹھا کرنے والا ہے، اگرچہ ثابت نہیں ہوسکتا" تا کہ ذہن اور مادے کے درمیان تعلق کو واضح کیا جا سکے، یعنی وہ واقعات جو ایک زندہ ذہن بناتے ہیں، دراصل انہیں سے جڑے ہوتے ہیں جو متعلقہ ذہن بناتے ہیں۔" وہ لکھتا ہے:

> کوئی واقعہ اپنی اندرونی خصوصیات کی وجہ سے ذہنی یا مادی قرار نہیں پاتا بلکہ صرف اسبابی تعلقات کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے۔ یہ عین ممکن ہے کہ ایک واقعہ وہ تمام اسبابی تعلقات رکھتا ہو جو طبعیات کے لئے مخصوص ہیں اور وہ بھی جو نفسیات کے لئے مخصوص ہیں۔ اس صورت میں وہ واقعہ ایک ہی وقت میں ذہنی اور مادی ہوگا۔ چونکہ جو طبعیاتی واقعات کے اندرونی خواص کے بارے میں کچھ نہیں جانتے، سوائے اس کے جو ذہنی واقعات ہوں جن کا ہم براہ راست تجربہ کرتے ہیں، اس لئے ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہمارے ذہن سے باہر کی طبعی دنیا ذہنی دنیا سے مختلف ہے یا نہیں۔

دوسرے لفظوں میں رسل کا کہنا ہے کہ مادہ اور ذہن دونوں کو واقعات کے گروہوں کے طور پر

بیان کیا جا سکتا ہے اور ہم مادہ کی اندرونی نوعیت کے بارے میں تقریباً کچھ نہیں جانتے۔ اگر ہم فرض کریں کہ کوئی واقعہ صرف اپنے ''اسبابی تعلقات'' کی بنیاد پر ذہنی یا مادی ہو سکتا ہے، اور چونکہ یہ منطقی طور پر ممکن ہے کہ 'ایک واقعہ طبعیات کے اسبابی تعلقات اور نفسیات کے اسبابی تعلقات دونوں رکھتا ہو'، تو یہ بھی منطقی طور پر ممکن ہے کہ ایک واقعہ 'ایک ہی وقت میں ذہنی اور مادی ہو'۔ رسل کی دلیل قیاسی ہے، لیکن جہاں تک بات ہے، منطقی طور پر مضبوط اور معقول ہے۔

غالباً رسل اپنی اس رائے میں غلط معلوم ہوتا ہے کہ 'علم سکون و حرکت' نے مکمل طور پر ''ذرات کے وقت کے ساتھ مستقل رہنے کے تصور'' کو ترک کر دیا ہے اور یہ کہ ''اب ہمیں یہ اعتراف کرنا ہوگا کہ ایٹم خاموش وقتوں میں کیا کرتا ہے، اس بارے میں مکمل، مطلق اور ہمیشہ کے لیے ناقابل تلافی لاعلمی ہے۔'' رسل کا مطلب یہ ہے کہ ایٹموں کو اب عام اشیاء کے طور پر نہیں سمجھا جا سکتا کیونکہ ''مختلف اوقات میں یکسانیت مکمل طور پر غائب ہو گئی ہے۔'' تاہم حال ہی میں فزکس کے ماہر نک ہربرٹ (Nick Herbert) نے لکھا ہے: ''ایک الیکٹران میں کچھ اندرونی خصوصیات ہوتی ہیں۔ مثال کے طور پر وزن (Mass)، چارج (Charge)، اور گردش (Spin)، جو اسے دیگر قسم کی حرکیاتی اکائیوں سے ممتاز کرتی ہیں۔ ان خصوصیات کی قدریں تمام پیمائش کی حالتوں میں ہر الیکٹران کے لیے یکساں رہتی ہیں۔ ان مخصوص خصوصیات کے لحاظ سے، الیکٹران بھی ایک عام شے کی طرح برتاؤ کرتا ہے۔'' ایسا لگتا ہے کہ آخر کار ہم مادے کی مستقل نوعیت کے بارے میں کچھ نہ کچھ جان سکتے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا وزن، چارج، اور گردش جیسی خصوصیات کو خیالات سے منسوب کرنا معنی رکھتا ہے؟

رسل کی دلیل خالصتاً منطقی نوعیت کی ہے، جو اس مفروضے سے شروع ہوتی ہے کہ مادہ اور ذہن دونوں واقعات کے مجموعہ جات پر مشتمل ہیں، اور چونکہ ہم مادہ کے بارے میں تقریباً کچھ نہیں جانتے، اس لئے یہ ممکن ہے کہ ذہنی اور مادی واقعات ایک ہی ہوں۔ تاہم رسل تسلیم کرتا ہے کہ اس کی دلیل ایک منطقی امکان کو کھلا چھوڑ دیتی ہے:

> اگر مذکورہ بالا بات درست ہے تو میں نہیں سمجھتا کہ یہ قطعی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ غیر جسمانی ذہن (Disembodied mind) جیسی کوئی چیز ممکن نہیں۔ غیر جسمانی ذہن اس وقت وجود میں آ سکتا ہے جب واقعات کے مجموعہ جات نفسیات کے قوانین کے مطابق نہ ہوں۔ ہم آسانی سے یہ یقین کر لیتے ہیں کہ بے جان مادہ ان واقعات کے مجموعوں پر مشتمل ہوتا ہے جو طبعیات کے قوانین کے مطابق ترتیب دیئے گئے ہیں، لیکن نفسیات کے

قوانین کے مطابق نہیں۔اور بظاہر کوئی پیشگی وجہ نہیں ہے کہ اس کے برعکس بھی ممکن نہ ہو۔ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے پاس اس کے بارے میں کوئی تجرباتی ثبوت نہیں لیکن اس سے زیادہ ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔

رسل نے نیورو سائنس کے ان خیالات کو مدنظر نہیں رکھا، جنہیں نوبیل انعام یافتہ سر جان ایکلس (Sir John Eccles) نے بیان کیا ہے، جس نے شناخت کے نظریے (Identity theory) کے بارے میں کہا: ''یہ غیر معمولی یقین اس حقیقت سے مطابقت نہیں رکھتا کہ صرف ایک معمولی ظاہری سرگرمی شعوری تجربے میں ظاہر ہوتی ہے۔'' رسل زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتا ہے کہ دماغ میں ہونے والے واقعات کا ایک معمولی حصہ ذہنی واقعات کے ساتھ مماثل ہے، لیکن وہ یہاں پیرا سائیکالوجی یا نیورو سائنس کے تجرباتی پہلوؤں پر غور نہیں کرتا۔

رسل نے جسمانی موت کے بعد بقا کے سوال پر دو مضامین بھی لکھے، جن میں اس نے یہ دلیل دی کہ یادداشت دماغ کے ڈھانچے سے جڑی ہوئی ہے، لہٰذا جب دماغ تباہ ہو جاتا ہے تو یادداشت بھی ختم ہو جانی چاہیے۔تاہم، وہ اس امکان کو نظر انداز کرتا ہے کہ یادداشت مکمل طور پر طبعی نہیں ہو سکتی، اور اپنی دلیل میں مکمل انحصار طبعیات اور حیاتیات پر کرتا ہے۔مزید رسل ان امور کا ذکر نہیں کرتا جن کی وضاحت اس کا نظریہ نہیں کر سکتا۔

فلسفی گلبرٹ رائل (Gilbert Ryle) نے اپنی انتہائی بااثر تصنیف The Concept of Mind میں اس نظریے کی مضحکہ خیز نوعیت ظاہر کرنے کی کوشش کی جسے اس نے ''سرکاری نظریہ'' کہا اور طنزیہ طور پر ''مشین میں بھوت'' کا عقیدہ کہہ کر تنقید کا نشانہ بنایا۔رائل اس نظریے کو یوں بیان کرتا ہے: ہر انسان کے پاس ایک جسم اور ایک ذہن ہوتا ہے۔کچھ لوگ یوں کہنا پسند کریں گے کہ ہر انسان ایک جسم اور ایک ذہن ہے۔اس کا جسم اور اس کا ذہن عام طور پر آپس میں جڑے ہوتے ہیں، لیکن جسم کی موت کے بعد اس کا ذہن ممکن ہے کہ اپنا وجود اور فعالیت جاری رکھے۔''

رائل کے مطابق، جسم اور ذہن کو دو الگ الگ اکائیاں سمجھنا، جن پر دو مختلف قوانین (طبعیاتی اور نفسیاتی) لاگو ہوتے ہیں، ایک درجہ بندی کی غلطی کا ارتکاب ہے۔اس سے اس کی مراد یہ ہے کہ یہ ایک ایسی غلطی ہے جس میں کسی چیز کو ایک درجہ سے متعلق مانا جاتا ہے، حالانکہ وہ درحقیقت کسی دوسرے درجہ سے متعلق ہوتی ہے۔مثال کے طور پر اگر کسی شخص کو ایک کالج کی عمارتیں، اساتذہ، اور طلباء دکھائے جائیں، اور وہ پھر پوچھے کہ یونیورسٹی کہاں ہے؟ تو وہ ایک درجہ بندی کی غلطی کر رہا ہے۔اسی طرح اگر ایک شخص کو لشکر،

توپ خانے، اور سکواڈرن دکھائے جائیں اور وہ پوچھے کہ ڈویژن کہاں ہے؟ تو وہ ایک درجہ بندی کی غلطی کر رہا ہے۔

اسی طرح، رائل کا کہنا ہے کہ ہم درجہ بندی کی غلطی کرتے ہیں جب ہم ذہن کے بارے میں بات کرتے ہیں کہ وہ مخصوص حالات میں مخصوص طریقوں سے برتاؤ کرنے کی صلاحیتوں کے ایک مجموعے سے ماورا ایک وجود ہے۔ اور اس کے مطابق، یہ غلطی ہے کہ ہم سوچنے کو اس رویے سے ماورا کچھ اور سمجھیں جو سوچنے کی وجہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ رائل کے لیے، اس رویے کے علاوہ کچھ اور نہیں ہو رہا: سوچنا ہی وہ رویہ ہے، اس کے علاوہ کچھ نہیں۔

لہٰذا، رائل کا نظریہ ذہن کو ایک قسم کے رویہ پسندی (Behaviorism) کے ذریعے ختم کرنے کی کوشش ہے۔ وہ یہ دلیل دیتے ہیں کہ ذہن جسم کے علاوہ کوئی اور وجود نہیں ہے، یہ بس جسم کے برتاؤ کرنے کا طریقہ ہے، اور سوچنا وہ طریقہ ہے جس کے تحت وہ برتاؤ کرتا ہے۔ تو رائل کے لیے، ذہن وہ چیز نہیں ہے جو کسی بھی چیز کا سبب بن سکے۔ رائل کا کہنا ہے کہ ہمیں لوگوں کو مکمل وجود کے طور پر درست طریقے سے پیش کرنا چاہیے، نہ کہ دماغ اور جسم کو ملا کر، اور انسانی رویہ کی مناسب تفصیلات کو انسانی رویہ کے علاوہ کسی اور چیز کے طور پر پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

رائل اپنے دلائل کو تجرباتی معاملات سے نہیں جوڑتا، نہ نیوروفزیالوجی سے اور نہ ہی پیرا سائیکالوجی سے۔ اس کے بجائے، اس کے دلائل محض زبانی معاملات سے متعلق ہیں جو ذہن کو جسم میں تبدیل کرنے اور ذہنی واقعات کو طبعی واقعات میں تبدیل کرنے کے بجائے، ذہن اور ذہنی واقعات کی تمام باتوں کو رجحانات اور رویے کی باتوں میں تبدیل کر دیتے ہیں۔

ایک مثال سے رائل کے تجزیے کی حدود کو واضح کر دینا چاہیے۔ تصور کریں ایک اسپارٹا کا رہنے والا سپاہی جو تکلیف محسوس کرتا ہے لیکن عموماً اسے ظاہر نہیں کرتا۔ کبھی کبھار یہ بیان کہ وہ تکلیف میں ہے، درست ہو سکتا ہے، لیکن یہ بیان کہ وہ ردِعمل کا رویہ ظاہر کر رہا ہے، غلط ہوگا۔ لہٰذا، یہ بیانات ایک ہی معنی نہیں رکھ سکتے، جب تک کہ (1) ہم تکلیف کو جان بوجھ کر ردِعمل کے رویے کے طور پر بیان نہ کر لیں، یا (2) ہم یہ فرض نہ کر لیں کہ درد کے اندرونی تجربہ کا وجود نہیں ہے۔ پہلا طریقہ صرف ایک زبانی حکمتِ عملی ہے، اور دوسرا طریقہ اس مسئلے کو فرضی طور پر حل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ واضح ہونا چاہیے کہ ہم تجرباتی مسائل، جیسے کہ کیا شعوری تجربہ کا کوئی وجود ہے؟ کیا اس کا سبب کا اثر ہے، یا کیا یہ جسم سے آزاد طور پر وجود قائم رکھ سکتا ہے؟ محض زبانی تجزیے کے ذریعے حل نہیں کر سکتے۔

کورلس لامونٹ(Corliss Lamont)، جو American Humanist Association کا سابق صدر ہیں، اپنی کتاب The Illusion of Immorality میں مادہ پرستوں کے نظریات پر سب سے تفصیل میں لکھا ہے، جس کا عنوان خود ہی اس کے مقصد کو ظاہر کرتا ہے۔ وہ ہمیں دیباچہ میں ہی بتاتا ہے کہ وہ پہلے مستقبل کی زندگی پر ایمان رکھتا تھا، لیکن وہ ہمیں یہ نہیں بتاتا کہ وہ اس عقیدہ کا حامل کیوں تھا جس کے خلاف اس نے اتنا شدید ردعمل ظاہر کیا ہے۔

لامونٹ یہ دعویٰ صحیح کرتا ہے کہ بنیادی مسئلہ شخصیت اور جسم کے تعلق کا ہے اور مختلف نظریات کو دو بڑی قسموں میں تقسیم کرتا ہے: ایک وجود کا نظریہ (Monism)، جس کے مطابق جسم اور شخصیت آپس میں جڑے ہوئے ہیں اور ایک دوسرے سے الگ نہیں ہو سکتے، دوہرے وجود کا نظریہ (Dualism)، جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ جسم اور شخصیت علیحدہ وجود رکھتے ہیں جو ایک دوسرے سے الگ ہو سکتے ہیں۔ لامونٹ اس بات کا قائل ہے کہ جدید سائنس کے حقائق ایک وجود کے نظریہ کے حق میں کافی زیادہ ہیں اور ذہن کے جسم پر منحصر ہونے کے درج ذیل سائنسی ثبوت پیش کرتے ہیں:

ارتقائی عمل میں، زندوں کی استعداد ان کے اعصابی نظاموں کی ترقی اور پیچیدگی کے ساتھ بڑھتی ہے۔

ذہن جسم کی نشوونما اور زوال کے ساتھ بلوغت اور بڑھاپے کو پہنچتا ہے۔

الکحل، کیفین، اور دیگر دوائیں ذہن پر اثر ڈال سکتی ہیں۔

دماغی بافتوں کا بیماری یا کسی شدید ضرب سے تباہ ہونا معمول کی ذہنی سرگرمیوں کو متاثر کر سکتا ہے؛ دیکھنے، سننے اور بولنے کی صلاحیتیں دماغ کے مخصوص علاقوں سے منسلک ہیں۔

سوچنے اور یادداشت کا انحصار دماغ کے کورٹیکس پر ہے، اور اسی لیے "یہ سمجھنا حد درجہ مشکل ہے کہ یہ دماغ کی تحلیل، زوال یا تباہی کے بعد کیسے برقرار رہ سکتے ہیں، جب کہ ان کا اصل مرکز وہی زندہ دماغ تھا۔"

ان نکات نے لامونٹ کو اس نتیجے پر پہنچایا کہ ذہن اور جسم کے درمیان تعلق "اتنا زیادہ گہرا ہے کہ یہ ناقابل تصور بن جاتا ہے کہ ایک دوسرے کے بغیر کام کر سکے۔۔۔ انسان ذہن وجسم یا شخصیت وجسم کا ایک متحد مجموعہ ہے جو اتنا قریب اور مکمل طور پر مربوط ہے کہ اسے دو علیحدہ اور کم وبیش آزاد حصوں میں تقسیم کرنا ناقابل قبول اور ناقابل فہم بن جاتا ہے۔"

لامونٹ نے نفسیاتی تحقیق کے نتائج پر مختصراً غور کیا، لیکن اس کا اصرار ہے کہ یہ تصویر کو تبدیل نہیں

کرتے کیونکہ دھوکہ دہی یا ٹیلی پیتھی جیسے دوسرے مفہومات کی گنجائش موجود ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ بقا کی ممکنہ صلاحیت کے خلاف مختلف دلائل ہیں: (1) عمر، بیماری، اور نشیات کے ذہن پر اثرات؛ (2) دماغی نقصان کا ذہنی سرگرمی پر اثر، خاص طور پر یہ حقیقت کہ دماغ کے کچھ مخصوص علاقوں کی چوٹیں مخصوص صلاحیتوں کو ختم یا متاثر کرتی ہیں؛ اور (3) یہ خیال کہ یادداشتیں دماغ میں ذخیرہ ہوتی ہیں اور اس لیے دماغ کی تباہی کے بعد زندہ نہیں رہ سکتیں۔ ان مشاہدات سے اخذ کردہ نتیجہ یہ ہے کہ ذہنی اور جسمانی عمل کے درمیان تعلق اتنا گہرا ہے کہ یہ ناقابل تصور بن جاتا ہے کہ ذہن دماغ سے الگ وجود رکھ سکے۔ جدید لکھاریوں کی نیوروسائنس کی اصطلاحات کی اپیلوں کو چھوڑ کر، ذہنی عمل کے جسمانی پر انحصار کے حق میں پیش کیے جانے والے دلائل بنیادی طور پر وہی ہیں جو لکریٹس نے پیش کیے تھے۔

زیر بحث مسائل:

یہاں حقیقتاً دو الگ الگ مسائل ہیں: بقا کی منطقی امکانیت (Logical possibility of survival) اور بقا کی تجرباتی امکانیت (Empirical possibility of survival)۔ شعور کو دماغی عمل کی ضمنی پیداوار خیال کرنے والوں، شناختی نظریہ کے حاملین، اور رویہ پرستوں کے دلائل بقا کے خیال سے منطقی طور پر خلاف ہیں: اگر شعور محض دماغی سرگرمی کا ایک بے کار ذیلی نتیجہ ہے، دماغی سرگرمی سے جڑا ہوا ہے، یا درحقیقت قابل مشاہدہ رویے سے علاوہ وجود نہیں رکھتا تو ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ جسے ہم شعور کہتے ہیں وہ دماغ کے فنا ہو جانے پر زندہ نہیں رہ سکتا۔ تاہم، جیسا کہ ہم بعد میں دیکھیں گے، پہلے نمبر پر بیان کردہ نظریات کو مسترد کرنے کے لیے انتہائی قائل کرنے والی وجوہات موجود ہیں، اور اس بات پر سوال اٹھایا جا سکتا ہے کہ آخری دو نمبروں میں بیان کردہ نظریات مشاہدہ اور خود غور و فکر کے قابل ہیں یا، اس معاملے میں، محض غیر سنجیدہ سے زیادہ کچھ ہیں۔

تاہم اگر ہم شعور کے وجود کو تسلیم کرنے کے لیے تیار ہیں، اور صرف ایک بے کار ذیلی نتیجے کے طور پر نہیں، تب شعور کی بعد از مرگ موجودگی کم از کم ایک منطقی امکان ہے، یعنی اس دعوے میں بذات خود کوئی تضاد نہیں ہے کہ شعور دماغ کی غیر موجودگی میں بھی قائم رہ سکتا ہے۔ پھر سوال یہ بن جاتا ہے کہ آیا اس بقا کو تجرباتی طور پر جانچنا ممکن ہے، یعنی آیا کہ بقا کا تصور موجودہ فطرت کے حقائق اور قوانین کے ساتھ ہم آہنگ ہے۔

بقا کے امکان کے خلاف تجرباتی دلائل کے پیچھے پوشیدہ مفروضے:

اوپر بیان کردہ تمام دلائل جو کہ بقا کی امکانیت کے خلاف پیش کیے جاتے ہیں، ان کا

انحصار ذہن وجسم کے باہمی تعلق کے ایک خاص مفروضے پر ہے جو عموماً مخفی رہتا ہے۔مثال کے طور پر، پہلے بیان کردہ دلائل میں سے ایک اس مشاہدے سے شروع ہوتا ہے کہ سر پر ایک شدید ضرب شعور کے خاتمے کا سبب بن سکتی ہے؛اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ شعور ایک صحیح طور پر کام کرنے والے دماغ سے پیدا ہوتا ہے،اور اس کی غیر موجودگی میں قائم نہیں رہ سکتا۔

تاہم، یہ نتیجہ محض شواہد پر مبنی نہیں ہے۔اس دلیل کے پیچھے ایک پوشیدہ اور غیر بیان کردہ مفروضہ موجود ہے، جو اکثر غیر شعوری طور پر بروئے کار لایا جاتا ہے۔اس دلیل کے پیچھے موجود چھپی ہوئی بنیاد کو ریڈیو پر موسیقی سننے کی مثال سے واضح کیا جا سکتا ہے:اگر ریڈیو کے ریسیور کو توڑ دیا جائے اور اس سے نتیجہ اخذ کیا جائے کہ ریڈیو موسیقی پیدا کر رہا تھا۔اوپر بیان کردہ تمام دلائل میں یہ پوشیدہ مفروضہ موجود تھا کہ دماغی سرگرمی اور شعور کے درمیان تعلق ہمیشہ علت اور معلول (Cause to effect) کا ہے،اور کبھی بھی معلول سے علت (Effect to cause) کا نہیں۔لیکن اس مفروضے کا صحیح ہونا معلوم نہیں ہے، اور یہ واحد قابلِ تصور وضاحت نہیں ہے جو پہلے بیان کردہ مشاہدہ شدہ حقائق کے ساتھ ہم آہنگ ہو۔ایسے ہی مشاہدہ شدہ حقائق سے ہم آہنگ ایک وضاحت یہ بھی ہے کہ دماغ کا کام ذہن اور جسم کے درمیان ایک واسطے کا ہے،یا دوسرے لفظوں میں، دماغ کا کام بعض دفعہ جسم سے ذہن کی طرف اور بعض دفعہ ذہن سے جسم کی طرف دوطرفہ وصولی و ترسیل (Receiver-Transmitter) ہے۔

دماغ کا ذہن اور جسم کے درمیان ایک واسطے کے طور پر کام کرنے کا خیال قدیم ہے۔بقراط (Hippocrates) نے دماغ کو "شعور کا پیغام رساں" اور "شعور کا ترجمان" قرار دیا تھا۔لیکن، مادیاتی نظریے کی طرح، اس قدیم دلیل کے بھی نئے پرستار ہیں، جن میں نمایاں ترین فرڈیننڈ شلر (Ferdinand Schiller)، ہنری برگساں (Henri Bergson)،اور ولیم جیمز (Willaim James) ہیں۔

فرڈیننڈ شلر (Ferdinand Schiller) 1891 میں آکسفورڈ کا ایک فلسفی تھا، جب ایک کتاب Riddles of the Sphinx شائع ہوئی، جس کے سرورق پر مصنف کا نام Troglodyte (غار میں رہنے والا) درج تھا۔یہ ٹروگلڈائٹ درحقیقت شلر ہی تھے، جس نے اس کتاب میں انیسویں صدی کے اواخر میں رائج مادیت پر اپنی شناخت ظاہر کیے بغیر حملہ کیا تا کہ "ایک بے فائدہ شہادت کے بانجھ اعزازات" سے بچا جا سکے۔شلر نے خود کو افلاطون کی "جمہوریت" کے اس شخص سے تشبیہ دی جس نے سچائی کی جھلک دیکھی ہو لیکن اس کے غار کے ساتھی اس کے بیانات پر یقین نہ کریں اور

اسے مضحکہ خیز سمجھیں۔

اپنی کتاب میں شلر تجویز کرتا ہے کہ ''مادہ شعور کو منظم محدود اور قابو میں رکھنے والی ایک شاندار طریقے سے تشکیل شدہ مشینری ہے جس میں یہ محصور ہوتا ہے۔'' وہ دلیل دیتا ہے کہ ''ادنیٰ درجے کی مخلوقات'' کے سادہ جسمانی ڈھانچے ان کے شعور کو کم درجے تک محدود کر دیتے ہیں، جبکہ انسان کی اعلیٰ تنظیمی پیچیدگی ایک بلند سطح کے شعور کو ممکن بناتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں ''مادہ وہ نہیں ہے جو شعور پیدا کرتا ہے، بلکہ وہ ہے جو اسے محدود کرتا ہے اور اس کی شدت کو مخصوص حدود میں قید رکھتا ہے۔۔۔ یہ وضاحت مادے اور شعور کے تعلق کو تسلیم کرتی ہے، لیکن یہ اصرار کرتی ہے کہ تشریح کا معاملہ اس سے مخالف سمت میں ہونا چاہیے۔ اس طرح یہ ان حقائق پر پورا اترے گی جنہیں مادیت نے 'مافوق الفطرت' کہہ کر مسترد کر دیا، اور اس طرح ایک وضاحت تک پہنچتی ہے جو آخر کار قابلِ قبول ہے، بجائے اس کے کہ جو آخر کار مضحکہ خیز ہے۔ اور یہ ایسی وضاحت ہے جس کے مادیت کے حق میں ہونے کے امکان کو کوئی بھی ثبوت متاثر نہیں کر سکتا۔''

جہاں تک دماغی چوٹ کے اثرات کا تعلق ہے، شلر دلیل دیتا ہے کہ یہ وضاحت بھی اتنی ہی موزوں ہے کہ شعور کے ظہور کو چوٹ کے ذریعے ختم کرنے کی بجائے اسے روک دیا گیا ہے۔ یادداشت کے حوالے سے، اس کا خیال ہے کہ یادداشت کی بہ نسبت دراصل بھولنے کے عمل کو ایک طبعی وضاحت کی ضرورت ہے۔ ہپناٹزم کے تحت تجربہ ہونے والی مکمل یادداشت اور ''عام طور پر ڈوبنے اور مرنے والوں کی غیر معمولی یادداشتوں'' کی نشاندہی کرتے ہوئے وہ دلیل دیتا ہے کہ ہم درحقیقت کبھی کچھ نہیں بھولتے، بلکہ دماغ کی حدود کے ذریعے سے ہمیں انہیں یاد کرنے سے روکا جاتا ہے۔

فرانسیسی فلسفی ہنری برگساں (Henri Bergson) کے خیالات شلر کے خیالات سے ملتے جلتے تھے، اگرچہ یہ واضح نہیں ہے کہ اس نے کبھی Riddles of the Sphinx پڑھی تھی یا نہیں۔ برگساں نے جسمانی جبر کو انسانی طرزِ عمل کی بظاہر آزادی کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی، اور ایک نظریۂ ارتقا پیش کیا جس کے مطابق مادہ ایک تخلیقی شعور سے جڑا ہوا ہے۔ مادہ اور شعور آپس میں تعامل کرتے ہیں، اور دونوں کائنات کے بنیادی اجزاء ہیں، جن میں سے کوئی بھی دوسرے میں تحلیل نہیں ہو سکتا۔

برگساں کے مطابق، دماغ ذہن کو منظم اور محدود کرتا ہے، اس کی توجہ کو صرف ان عوامل تک محدود رکھتا ہے جو جاندار کی بقا اور افزائش کے لیے ضروری ہیں، اور غیر متعلقہ عوامل کو خارج کر دیتا ہے۔ اس نے مفروضہ پیش کیا کہ یادداشتیں دماغ کے باہر ایک مقام رکھتی ہیں، لیکن عملی مقاصد کے لیے ان میں سے زیادہ تر کو عام طور پر چھانٹ دیا جاتا ہے۔ اس نظریے کے حق میں، اس نے ان قریب الموت تجربات کا حوالہ دیا

جن میں موت کے قریب افراد نے اپنی پوری زندگی کی تاریخ ایک جھلک میں دیکھ لی۔اس لئے دماغ ''زندگی پر توجہ کا عضو'' بھی ہے اور وسیع تر شعور کی راہ میں ایک رکاوٹ بھی۔اس نے قیاس کیا کہ اگر دماغ ایک محدود کرنے والی رکاوٹ ہے، جو جاندار کی حیاتیاتی ضروریات کے لیے غیر ضروری شعور کی حالتوں کو چھانٹ دیتا ہے،تو جسم سے آزادی ایک وسیع تر شعور کی صورت میں ظاہر ہو سکتی ہے، جو تخلیقی ارتقاء کے راستے پر آگے بڑھتا رہتا ہے۔

1898 میں، امریکی ماہر نفسیات اور فلسفی ولیم جیمز (William James) نے Ingersoll Lecture (جو ہارورڈ یونیورسٹی میں سالانہ لیکچر کا سلسلہ تھا) دیے۔لیکچر کے آغاز میں اس نے سب سے پہلے یہ کہا: ''ہر کوئی جانتا ہے کہ دماغ کی نشو ونما میں رکاوٹیں ذہنی معذوری کا سبب بنتی ہیں، سر پر چوٹ یادداشت یا شعور کو ختم کر دیتی ہے،اور دماغی محرکات اور زہر ہمارے خیالات کے معیار کو بدل دیتے ہیں۔'' اس کے بعد اس نے اس بات کی وضاحت کی کہ جدید فزیالوجسٹوں نے ''دماغ پر انحصار کے اس عام طور پر تسلیم شدہ حقیقت کو تفصیلی اور باریک طریقے سے دکھایا ہے'' اس طرح کہ ''سوچ کی مختلف خاص صورتیں دماغ کے خاص حصوں کی کارکردگی ہیں۔''

جیمز نے پھر دماغ اور شعور کے درمیان مخصوص قسم کے فعلی انحصار کے مختلف امکانات پر بات کی۔اسے عموماً پیداواری خیال کیا جاتا ہے،اس معنی میں کہ پانی سے بخارات ایک کیتلی کے کام سے بنتے ہیں لیکن یہ کام کی واحد قسم نہیں ہے جو قدرت میں پایا جاتا ہے۔ہمارے پاس کام کے دارومدار کی کم از کم دو اور صورتیں بھی ہیں: ایک اجازت دینے والا فنکشن، جیسا کہ کمان کے گھوڑے میں پایا جاتا ہے،اور دوسرا منتقل کرنے والا فنکشن، جیسا کہ عدسہ یا پرزم میں ہوتا ہے۔عدسہ یا پرزم روشنی پیدا نہیں کرتے بلکہ اسے ایک مختلف شکل میں منتقل کرتے ہیں۔جیمز نے مزید کہا کہ

اسی طرح،ایک عضو کی چابیوں کا بھی صرف منتقلی فنکشن ہوتا ہے۔وہ باری باری مختلف پائپوں کو کھولتے ہیں اور ہوا کو سینہ میں مختلف طریقوں سے باہر جانے دیتے ہیں۔مختلف پائپوں کی آوازیں ان ہوا کے ستونوں سے بنتی ہیں جو نکلتے وقت لرزتے ہیں۔لیکن ہوا عضو میں پیدا نہیں ہوتی۔عضو کی حقیقت، جو اس چھاتی سے مختلف ہے،صرف ایک آلہ ہے جو اس ہوا کے حصوں کو جہاں میں ان خاص اور محدود شکلوں میں چھوڑنے کے لیے کام کرتا ہے۔

میرا اب یہ موقف ہے کہ جب ہم اس قانون کے بارے میں سوچتے ہیں کہ سوچ دماغ کا فنکشن ہے،تو ہمیں صرف پیداوار کے فنکشن کے بارے میں نہیں سوچنا چاہیے؛ ہم اجازت دینے والے یا منتقلی

فنکشن کو بھی مدنظر رکھنے کے حق دار ہیں ۔اور یہی چیز عام نفسیاتی فزیالوجسٹ اپنے بیان سے نکال دیتا ہے۔

پھر جیمز جسم اور دماغ کے تعلق کے منتقلی نظریہ پر ایک اعتراض اٹھاتا ہے: ہاں، منتقلی کا مفروضہ منطقی طور پر ممکن ہو سکتا ہے، لیکن کیا یہ محض بے بنیاد قیاس آرائی نہیں ہے؟ کیا پیداوار کا مفروضہ زیادہ سادہ نہیں ہے؟ کیا یہ زیادہ سائنسی نہیں ہے کہ دماغ اور ذہن کے درمیان تعلق کو پیداوار کا تعلق سمجھا جائے، منتقلی کا نہیں؟

جیمز جیسے کہ واضح کرتا ہے، سخت تجرباتی سائنس کے نقطہ نظر سے یہ اعتراضات کوئی وزن نہیں رکھتے ۔سخت معنوں میں، ہم جو کچھ بھی مشاہدہ کر سکتے ہیں وہ دماغ کی حالتوں اور ذہن کی حالتوں کے درمیان ہم آہنگ تبدیلی ہے، یعنی جب دماغ کی سرگرمی کسی مخصوص طریقے سے بدلتی ہے، تو شعور بھی بدلتا ہے ۔ پیداوار یا منتقلی کا مفروضہ وہ چیز ہے جو ہم ہم آہنگ تبدیلیوں کے مشاہدات کو سمجھنے کے لیے ان میں شامل کرتے ہیں ۔ایک سائنسدان کبھی بھی دماغ کی حالتوں کو شعور کی حالتیں پیدا کرتے ہوئے نہیں دیکھتا۔ حقیقت میں، یہ بھی واضح نہیں ہے کہ ہم ایسی پیداوار کو مشاہدہ کرنے سے کیا مراد لے سکتے ہیں ۔

جہاں تک یہ اعتراض ہے کہ منتقلی کا مفروضہ کسی نہ کسی طرح غیر حقیقی ہے، بالکل اسی اعتراض کو پیداوار کے نظریہ کے خلاف بھی اٹھایا جا سکتا ہے ۔جہاں تک کیتلی کے ذریعے بھاپ کی پیداوار کا تعلق ہے، ہمیں مالیکیولی حرکت کی تبدیلیوں کا ایک آسانی سے سمجھا جانے والا ماڈل ملتا ہے کیونکہ جو اجزاء تبدیل ہو رہے ہیں وہ آپس میں جسمانی طور پر ہم آہنگ ہیں ۔لیکن دماغ اور جسم کے تعلق کے بارے میں اتنی طویل مدت تک الجھن محسوس ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ ذہنی اور جسمانی واقعات ایک دوسرے سے بالکل مختلف نظر آتے ہیں ۔ان کی نوعیت میں یہ بنیادی فرق دونوں کے درمیان تعلق کو کسی ایسی چیز کے تناظر میں تصور کرنا بہت مشکل بناتا ہے جس سے ہم واقف ہوں ۔ یہ جزوی طور پر اس بات کی وجہ ہے کہ اگرچہ جیمز کی تقریر کو سو سال سے زیادہ ہو چکا ہے، لیکن اس تمام عرصے میں نہ تو نفسیات اور نہ ہی فزیالوجی کوئی ایسا قابل فہم ماڈل پیش کر سکی ہے جس میں یہ وضاحت ہو کہ کیمیائی عمل کس طرح شعوری تجربے میں تبدیل ہو سکتے ہیں ۔

اس کی بارہا نشاندہی کی گئی ہے کہ اس کی کوئی منطقی ضرورت نہیں ہے کہ صرف "مشابہت مشابہت کو پیدا کرتی ہے"، یا دوسرے لفظوں میں، صرف ایک ہی نوعیت کی چیزیں ایک دوسرے پر اثر انداز ہو سکتی ہیں؛ لیکن اس بات نے دماغ اور جسم کے تعلق سے جڑے راز کو فاش نہیں کیا۔ جیسا کہ جیمز نے لکھا، اگر دماغ شعور پیدا کرتا ہے، تو "جہاں تک ہماری سمجھ کا تعلق ہے، یہ ایک معجزہ ہے جیسے ہم یہ کہیں کہ سوچ خود بخود پیدا ہو جاتی ہے یا بغیر کسی چیز کے بن جاتی ہے۔" وہ مزید لکھتا ہے:

اس لیے پیداوار کے نظریے کو بذات خود کسی دوسرے ممکنہ نظریے کے مقابلے میں بالکل بھی زیادہ سادہ یا قابل اعتبار نہیں سمجھا جا سکتا۔ یہ صرف تھوڑا زیادہ مقبول ہے۔ لہٰذا اگر عام مادیات پرست کوئی شخص یہ چیلنج کرے کہ دماغ ایک ایسا عضو کیسے ہو سکتا ہے جو شعور کو ایک مخصوص شکل میں محدود اور متعین کرتا ہے جو کہیں اور پیدا ہوتا ہے، تو جو کچھ آپ کو کرنا ہے وہ یہ ہے کہ اُسے اس بات کی وضاحت کرنے کو کہیں کہ ایک عضو شعور کو بغیر کسی چیز کے کیسے پیدا کر سکتا ہے۔ اس طرح، بحثی مقاصد کے لیے دونوں نظریے بالکل برابر ہیں۔

مختصر یہ کہ جیمز نے اس سے پہلے شیلر کی طرف سے پیش کیے گئے دلائل کو مزید وضاحت دی اور یہ دلیل پیش کی کہ شعور کے مادی دنیا میں ظہور کے لئے دماغ پر انحصار کے طریقے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ شعور اپنے وجود کے لئے دماغ پر انحصار کرتا ہے۔ اپنی کتاب The Varieties of Religious Experience کے آخر میں وہ فریڈرک میئرز (Frederic Myers) اور Society for Psychical Research کے دوسرے ارکان کی تحقیق سے متاثر ہونے کا اعتراف کرتا ہے اور نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ بقائے حیات کا مسئلہ حقائق کی گواہی پر منحصر ہے۔

جیمز نے یہ تحریریں بیسویں صدی کی ابتدائی دہائیوں میں لکھیں لیکن اس کے بعد ان دلائل کی حمایت اور مزید ترقی کئی حالیہ فلسفیوں، نیورولوجسٹس، اور نفسیاتی ماہرین نے کی، جیسے فلسفی کرٹ ڈوکاس (Curt Ducasse) اور ڈیوڈ لنڈ (David Lund)، نیورولوجسٹ گیری شوارٹز (Gary Schwartz)، اور نفسیاتی ماہر سائریل برٹ (Cyril Burt)۔ برٹ نے شیلر، برگسن، اور جیمز کے ذریعہ پیش کیے گئے موقف کو خوبصورتی سے خلاصہ کرتے ہوئے لکھا:

دماغ ایک ایسا عضو نہیں ہے جو شعور پیدا کرتا ہے، بلکہ یہ ایک آلہ ہے جو شعور اور شعوری توجہ کے عمل کو منتقلی اور محدود کرنے کے لیے ارتقا پذیر ہوا ہے تا کہ انہیں مادی ماحول کے ان پہلوؤں تک محدود کر سکے جو کسی بھی لمحے فرد کی زمینی کامیابی کے لیے ضروری ہیں۔ اس صورت میں ٹیلی پیتھی اور غیب دانی جیسے مظاہر صرف وہ مثالیں ہوں گی جن میں کچھ حدیں ہٹا دی گئی ہوں۔

دلیل کا اصل مطلب یہ ہے کہ منتقلی اور پیداوار کے مفروضے دونوں مادی حقیقتوں کے ساتھ یکساں طور پر ہم آہنگ ہیں جو مادیت سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں، جیسے عمر رسیدگی، دواؤں، اور دماغی نقصان کے اثرات شعور پر؛ لیکن منتقلی کے مفروضے کا فائدہ یہ ہے کہ یہ مادیت کے مفروضے سے مکمل طور پر غیر قابل وضاحت دیگر مظاہر کو سمجھنے کے لیے ایک فریم ورک فراہم کرتا ہے۔

روزہ

(عبدالحکیم انصاریؒ)

1- اسلام کی تمام عبادتوں میں صرف روزہ ہی ایک ایسی عبادت ہے جس میں انسان اللہ تعالیٰ کی ایک صفت کی نقل کرتا ہے۔ یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ جل مجدہ خوردونوش سے پاک ہے، اسی طرح روزہ دار بھی رمضان کے دنوں میں صبح سے شام تک نہ کچھ کھاتا ہے نہ پیتا ہے۔ گویا وہ اللہ تعالیٰ کی ایک سنت پر کچھ دیر کے لئے عمل کرتا ہے۔ اگر روزہ دار اس نکتہ کو ملحوظ رکھے تو اللہ تعالیٰ دن بھر اس کو یاد رہے گا اور اللہ تعالیٰ کو یاد رکھنا ہی سب سے بڑی عبادت ہے اس سے روزہ کو چار چاند لگ جائیں گے۔

2- پاکیزگی اور طہارت روزے میں لازمی ہے۔ روزے میں نہ صرف جسمانی بلکہ قلبی پاکیزگی بھی بہت ضروری ہے۔ مہینہ بھر قلب کو پاکیزہ اور گندے خیالات سے بچائے رکھنے سے اس قدر روحانی لطافت اور طاقت پیدا ہوتی ہے جو برسوں میں بھی نہیں ہو سکتی۔

3- صبر و تحمل اور قوت برداشت پیدا کرنے کی بڑی مشق ہوتی ہے جو اعلیٰ انسانی کردار پیدا کرنے کیلئے سب سے ضروری ہے، مگر افسوس کہ ہمارا مشاہدہ اس کے خلاف ہے۔ روزے میں مسلمانوں کو غصہ بہت زیادہ آتا ہے اور اس کے گھناؤنے مظاہر ہر گھر میں دیکھنے میں آتے ہیں۔ ایسے روزے سے کیا فائدہ؟ روزے میں تو غصہ بالکل مرجانا چاہئے، مگر یہ تب ہی ہو سکتا ہے جب کہ روزے میں اللہ یاد ہو۔

4- بھوک پیاس کو روکنے یعنی باوجود بھوک پیاس کے کچھ نہ کھانے پینے اور دوسری نفسانی خواہشوں کو نفی کرنے سے قوت ارادی بہت بڑھ جاتی ہے اور یہ چیز بھی اعلیٰ کردار پیدا کرنے کے لئے بہت ضروری ہے۔

5- نماز کی طرح روزہ بھی ادائیگی فرض کا احساس پیدا کرتا ہے اور یہ سکھاتا ہے کہ خواہ کتنی تکلیف اور مشقت آن پڑے فرض کو پورا کر کے دم لو۔

6- غریبوں کی بھوک پیاس اور رفاقہ زدگی کا احساس اور ان کی مدد اور خدمت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے جو تنظیم اور ارتباط ملت کے لئے بہت ضروری ہے۔

7- گردوپیش کے تمام مسلمانوں کو روزے سے دیکھ کر نادانستہ طور پر یک جہتی اور اجتماعیت کی

روح ترقی کرتی ہے۔

8- دن بھر بھوکے پیاسے رہتے ہوئے جب انسان اپنے روزمرہ کے کام انجام دیتا رہتا ہے مثلاً کوئی دفتر میں کام کرتا ہے، کوئی کارخانے میں، کوئی ہل چلاتا ہے، کوئی پتھر توڑتا ہے تو اس سے مشکلات میں رہتے ہوئے بھی عمل کرنے کی بے پناہ قوت پیدا ہوتی ہے۔

9- رمضان کے بعد عید کے دن جب سب مسلمان نماز کے لئے جمع ہوکر خوشی مناتے اور بے تکلفی سے کھاتے پیتے ہیں تو اس سے نہ صرف آپس کی محبت و اخوت میں اضافہ ہوتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی صحیح قدر بھی ذہن نشین ہوتی ہے۔

10- ماہِ رمضان کا مجاہدہ یہ سکھاتا ہے کہ اگر تم زندگی میں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یعنی دنیاوی راحت و آسائش حاصل کرنا چاہتے ہو تو کچھ عرصہ بھوک پیاس کی تکلیف اٹھاؤ، نفسانی خواہشوں پر قابو حاصل کرو، اخوت ومحبت سے رہو، صبر یعنی برداشت کی قوت پیدا کرو اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہوئے برابر عمل کرتے چلے جاؤ۔آخر میں تم دیکھو گے کہ تمہارا ہر روز روزِ عید ہے اور ہر شب شبِ برات۔

اب سوال یہ ہے کہ مسلمانوں میں نمازیوں کی نسبت روزہ دار بہت زیادہ ہوتے ہیں۔بڑے بڑے اوباش اور عیاش بلکہ چور اور ڈاکو تک رمضان کے مہینے میں پکے روزہ دار بلکہ پرہیزگار بن جاتے ہیں، لیکن ادھر رمضان ختم ہوا اُدھر سب برائیاں اسی طرح موجود۔یہ کیا بات ہے؟ کیوں ان لوگوں کے اخلاق کی اصلاح نہیں ہوتی؟ اس کا جواب بھی یہی ہے کہ دراصل ان مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ پر ایمان کامل نہیں، یعنی عقائد کی بنیاد کمزور ہے تو باقی عمارت کس طرح مضبوط ہو سکتی ہے۔روزے کے دوران بلکہ تمام رمضان میں شاید ہی صحیح طور پر کسی کو احساس ہوتا ہو کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے اور ہم کو دیکھ رہا ہے یہی وجہ ہے کہ بجائے صبر و تحمل اور قوت برداشت کے عام طور پر روزہ داروں میں گھبراہٹ، چڑچڑاپن اور غصہ بہت زیادہ پیدا ہو جاتا ہے۔چنانچہ رمضان میں سینکڑوں مرتبہ یہ فقرہ سننے میں آتا ہے کہ ''اس سے نہ بولنا اس کو روزہ لگ رہا ہے،'' یا ''اس پر اس وقت روزہ سوار ہے'' وغیرہ وغیرہ۔

مسلمانوں! خدا کے لئے اتنا تو سوچو کہ عبادت کرتے بھی ہو، تکلیف اٹھاتے بھی ہو لیکن وہ مقصد حاصل نہیں کرتے جس کے لئے یہ سب کچھ فرض کیا گیا ہے۔خدارا ذرا کوشش کرو، اپنی عبادتوں کو صحیح طور پر انجام دو تا کہ انفراداً اور اجتماعاً دونوں طرح دین اور دنیا میں سرخرو اور کامران ہو جاؤ۔

بیاد جناب محمد جمیل مرزا صاحبؒ

(تاریخ وفات: ۱۰ جنوری ۲۰۲۵ء بروز جمعہ)

(سید رحمت اللہ شاہ)

اطلاع ملی کہ جناب محمد جمیل مرزا صاحب وفات پا گئے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ اس پر دکھ و غم کے جذبات فطری بات ہیں۔ جن کے ساتھ کسی قدر وقت گزرا ہو ان کی یادیں، ان کی باتیں اور ان کا ایک ایک انداز چشم تصور میں آتا ہے۔ جناب محمد جمیل مرزا صاحبؒ تو ہمارے بزرگ بھائی تھے، لاہور کے حلقہ میں ہر دلعزیز شخصیت تھے، ان سے ہمیں محبت بھی خوب تھی، ہم سب ان کے لئے دعا گو بھی ہیں مگر دکھ کی بات یہ بھی ہے کہ آج ہمیں ان کی وفات پر ان کے تعارف کی ضرورت درپیش ہے۔

جناب محمد جمیل مرزا صاحبؒ نے انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور سے الیکٹریکل انجینئر کیا۔ ڈیفنس لاہور کے رہائشی تھے۔ ساری زندگی اپنے الیکٹریکل انجینئرنگ کے پیشہ سے وابستہ رہے۔ انیس سو ساٹھ کی دہائی میں بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ سے ملے اور آپؒ کے دست شفقت پر بیعت ہو کر سلسلہ توحیدیہ میں شامل ہوئے۔ بانی سلسلہؒ کی صحبت سے خوب فیض یاب ہوئے اور سلسلہ عالیہ توحیدیہ سے وابستہ رہے۔ شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ (سوم) قبلہ بابا جان محمد صدیق ڈار صاحبؒ سے تجدید بیعت کی، کئی سال بعد اس بیعت کو چھوڑ کر کسی نئے پیر کی تلاش میں رہے اور آخر کہیں بیعت ہو گئے۔ اس پیر کے ساتھ کچھ سال گزارنے کے بعد سلسلہ توحیدیہ میں واپس آئے اور قبلہ بابا جان محمد صدیق ڈار صاحبؒ سے تجدید بیعت کر کے آپؒ کی وفات تک قائم رکھا۔ شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ

بابا جان محمد یعقوب خان صاحب کا دور آیا تجدید بیعت کی بجائے علیحدگی اختیار کی۔ خادم حلقہ توحیدیہ لاہور شیخ محمد اسلم صاحب نے اپنے طور پر خاطر خواہ کوشش کی کہ آپؒ سے کم از کم خیر خیریت کی حد تک رابطہ ضرور رہے۔ کئی مرتبہ ان کی ذاتی کوشش سے ملاقات کو بھی آپؒ نے نا گوار سمجھا اور پوری طرح نظر انداز کیا۔ اس کے بعد آپؒ سے رابطہ نہ رہا۔ وفات کے چوتھے دن مرکز تعمیر ملت پر قبلہ بابا جان کو آپؒ کے وصال کی اطلاع آپؒ کی اہلیہ محترمہ کی طرف سے ملی اور حال احوال سے آگاہی ہوئی۔

جس قدر ہمیں حالات موصول ہوئے ان کے مطابق آپؒ نے گزشتہ سات سال بیمار رہ کر وفات پائی۔ دورِ علالت میں بیگم صاحبہ کی ذمہ داری رہے۔ اولاد میں ایک بیٹا اور دو بیٹیاں امریکہ رہائش پذیر اور اپنے گھروں میں تھے۔ آپؒ کی بیماری کی وجہ سے بیٹا امریکہ سے واپس آیا کہ اپنے والد گرامی کی خدمت کروں گا۔ بیٹے کی اپنی سوچ اور فیصلہ تھا مگر اللہ بے نیاز ہے۔ پاکستان آ کر بیٹے کو کرونا ہوا جو جان لیوا ثابت ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعون ۔ گھر میں بیٹا فوت ہو گیا اور بیمار رگ والد کو آخری دم تک اپنے لختِ جگر کی وفات کی اطلاع تک نہ مل سکی۔ بیٹے کی وفات کے چار سال بعد اب ۱۰ جنوری ۲۰۲۵ء بروز جمعہ آپؒ خود بھی خالق حقیقی سے جا ملے۔

یہ ہمارا توحیدی گھرانہ تھا۔ انہیں تکلیف پر تکلیف اور غم پر غم ملے۔ حالات و واقعات پر شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ بابا جان محمد یعقوب خان صاحب توحیدی نے بھی گہرے دکھ اور تشویش کا اظہار فرمایا۔ آپؒ بانیٔ سلسلہؒ کے وقت سے ہی قبلہ بابا جان محمد یعقوب خان صاحب کے لاہور حلقہ میں پیر بھائی اور قریبی ساتھی تھے۔ اللہ جناب محمد جمیل مرزا صاحبؒ کی بشری کمزوریوں اور لغزشوں کو معاف فرمائے اور انہیں اعلیٰ درجات سے

سرفراز فرمائے۔ آپؒ کے اہل خانہ اور بالخصوص صبر و عزیمت کی پیکر آپؒ کی بیگم صاحبہ پر خاص فضل و کرم اور عنایات فرمائے۔ آمین۔

من راقم کی جناب جمیل مرزا صاحب سے پہلی ملاقات ٹاؤن شپ لاہور میں امین اختر لون صاحبؒ کی رہائش گاہ پر ہوئی۔ یہ شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ (سوم) قبلہ جناب محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ کا شاید ۱۹۹۴ء میں سالانہ دورہ کا موقع تھا۔ حلقہ توحیدیہ لاہور سے مریدین سلسلہ کی ایک بڑی تعداد یہاں موجود تھی۔ جناب جمیل مرزا صاحب سے ملاقاتوں کا باقاعدہ سلسلہ ۱۹۹۶ء اور اس کے بعد لاہور میں حلقہ ذکر پر ایس پی (ریٹائرڈ) محمد اسلم چیمہ صاحب کے ہاں ڈیفنس لاہور، آفتاب احمد خان صاحبؒ کے ہاں گارڈن ٹاؤن اور قبلہ باباجان کی رہائش گاہ واقع نشاط کالونی لاہور میں جاری رہا۔

آپؒ ایک نرم و ملائم طبع اور شگفتہ مزاج انسان تھے۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ، جہاں دیدہ اور باعمل انسان تھے۔ شخصیت میں ایک رعب و دبدبہ نظر آتا تھا لیکن انداز گفتگو ایسا پیارا اور شیریں تھا کہ سننے والا ان کا گرویدہ ہو جاتا۔ سراپا محبت تھے۔ حلقہ ذکر کے دوران عموی ملاقات میں ذاتی و خاندانی معاملات کم ہی کسی کے موضوع گفتگو بنتے ہیں تاہم آپؒ نے کئی بار یہ بات سنائی: ہم باباجی انصاری صاحبؒ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، اس روز باباجیؒ نے جو باتیں کیں وہ سب کی سب پوری ہوئیں۔ کئی بھائیوں سے ان کے بارے میں جو کہا وہ سچ ثابت ہوا۔ میں بھی اس محفل میں تھا۔ ایسے ہی ایک ایک بھائی کو باباجیؒ کچھ کہہ رہے تھے۔ میری باری آئی تو باباجیؒ نے فرمایا کہ تمہارے ہاں بیٹی ہوگی، اس کا نام 'عظمیٰ' رکھنا (شاید یہی نام فرمایا)۔ جمیل مرزا صاحبؒ فرماتے کہ میرے ہاں بیٹی ہوئی تو میں نے اس کا نام 'عظمیٰ' رکھا۔ یہ میری بیٹی عظمیٰ ہے۔

آپؒ کی شخصیت میں ایک غالب عنصر 'حساسیت' کا تھا۔اس میں کوئی دو رائے نہیں کہ آپؒ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی تعلیمات کو سمجھنے والے تھے۔مرشد، مرید، پیری مریدی کے مقاصد، بیعت و تجدید بیعت جیسی بنیادی باتوں کو خوب جانتے اور سمجھتے تھے۔توحیدیہ تعلیمات پر بانئ سلسلہؒ کے دور سے ہی عمل پیرا تھے۔ان سب کے باوجود آپؒ کی سلسلہ عالیہ توحیدیہ سے وابستگی میں کچھ موڑ آئے۔یہ کچھ ایسی باتیں تھیں جن کی آپؒ جیسے سالک سے کسی طرح بھی امید یا توقع کرنا سمجھ سے بالاتر ہے۔

آپؒ نے شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ (سوم) قبلہ جناب محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ سے تجدید بیعت کی اور مریدین سلسلہ میں شامل تھے۔ایک وقت آیا کہ آپؒ نے اپنی اس بیعت کو نظر انداز کیا،کسی نئے پیر کی تلاش میں نکلے،کئی پیروں فقیروں سے ملنے کے بعد کسی ایک سے بیعت ہو گئے۔کم و بیش پانچ چھے سال کا ایک عرصہ سلسلہ توحیدیہ سے دوری اختیار کی۔ملنا جلنا اور سلام دعا تک ترک کر دیا۔چونکہ آپؒ قبلہ بابا جان محمد یعقوب صاحب توحیدی کے حلقہ لاہور میں پیر بھائی رہے تھے اس لئے قبلہ بابا جان نے آپؒ کو اپنی دعا کا حصہ بنالیا۔ایک روز محمد جمیل مرزا صاحبؒ نے قبلہ بابا جان کو فون کیا اور کہا کہ آپ مجھے توجہ مت دیا کریں۔قبلہ بابا جان نے انہیں بتایا کہ میں تو آپ کو توجہ نہیں دیتا۔اس پر انہوں نے دوبارہ کہا کہ آپ مجھے توجہ مت دیا کریں، مجھے اس سے پریشانی ہوتی ہے۔قبلہ بابا جان نے انہیں بتایا کہ میں آپ کو توجہ نہیں دیتا، میں تو آپ کے لئے دعا کرتا ہوں،اگر آپ کہتے ہیں تو میں دعا نہیں کروں گا۔اس واقعہ پر قبلہ بابا جان نے صرف اتنا فرمایا کہ جمیل مرزا صاحب کسی غلط پیر سے بیعت ہو گئے تھے، میں بس ان کے لئے دعا کرتا تھا۔اس کے شاید سالوں بعد جناب محمد جمیل مرزا صاحبؒ حلقہ توحیدیہ میں واپس آ گئے۔

جناب جمیل مرزا صاحبؒ سے من راقم کی جان پہچان تو پہلے سے ہی تھی، اب یہ سلسلہ توحیدیہ میں واپس آ کر بیعت بھی ہو گئے تھے۔ایک روز نشاط کالونی لاہور میں حلقہ ذکر کے دوران ایسے ہی خیال آیا کہ جمیل مرزا صاحب کئی سالوں بعد واپس آئے ہیں، پتا نہیں ان سے اب کوئی بات پوچھنی بھی ہے کہ نہیں۔کوئی بات پوچھنے سے ناراض ہی نہ ہو جائیں۔ صرف اتنا ایک سرسری سا خیال حلقہ ذکر کے دوران تھوڑی دیر کے لئے آیا۔حلقہ ذکر ختم ہوا، بھائیوں کی گپ شپ ابھی شروع نہیں ہوئی تھی کہ میری طرف دیکھا اور فرمایا کہ کیا سوچ رہے تھے؟ مجھے یاد بھی نہیں تھا کہ میں نے کیا سوچا تھا۔میں نے جواب دیا کہ کچھ نہیں۔ابھی 'کچھ نہیں' کہا ہی تھا کہ فوری طور پر ذہن میں آیا کہ میں نے جمیل مرزا صاحب کے بارے میں یہ سوچا تھا۔جیسے ہی یہ خیال ذہن میں آیا تو آپؒ نے خود ہی فرمایا: اب ٹھیک پہنچے ہو۔یہ جو گندم کا ایک دانہ ہے اس پر بھی کھانے والے کا نام لکھا ہوتا ہے اور یہ اللہ کے نظام کے تحت اس بندے تک پہنچایا جاتا ہے۔بس میرا بھی ایسا ہی کچھ لکھا تھا۔میں چلا گیا تھا مگر اب واپس آ گیا ہوں۔

ہم جناب محمد جمیل مرزا صاحبؒ کو جانے والوں میں یاد کر رہے ہیں، جلد ہم نے بھی جانا ہی ہے۔بلاشبہ ہماری دعائیں اور نیک تمنائیں آپؒ اور آپؒ کے اہل خانہ کے ساتھ ہیں اور رہیں گی مگر اس کے ساتھ ساتھ یہاں کچھ باتیں ہم توحیدی سالکین کے لئے غور طلب ہیں۔ہماری اور جناب محمد جمیل مرزا صاحبؒ کی سوچ و فکر میں زندگی کے کسی موڑ یا موقع پر کسی طرح بھی مطابقت ہو سکتی ہے اس لئے ہمیں آپؒ کے کم از کم دو معاملات کا جائزہ لینا ہے۔ ایک معاملہ یہ کہ آپؒ نے کئی سال سلسلہ توحیدیہ سے دوری اختیار کی، واپس آئے، ہمیں بتایا اور اقرار کیا کہ سلسلہ توحیدیہ والی بات باہر کہیں نہیں ہے۔اس کے باوجود قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ کے بعد آپؒ نے شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ بابا جان محمد یعقوب خان صاحب سے تجدید بیعت

نہیں کی۔دوسرا معاملہ آپؒ کی سلسلہ توحیدیہ سے دوری و علیحدگی کے اثرات سے متعلق ہے۔

سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں اول و آخر ہر بات ایک ہی مقصد کے گرد گھومتی ہے جو اس روحانی سلسلہ کا نصب العین ہے یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ کا قرب، لقاء، عرفان اور دیدار۔ یہ ایک ایسا مقصد ہے جس کے بنیادی لوازمات میں سے ایک بیعت ہے۔ توحیدیہ سکول میں داخلہ شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے منصب پر موجود زندہ بزرگ سے بیعت پر منحصر ہے، باقی جو کچھ بھی ہے وہ سب باتیں اس کے بعد ہیں۔ واضح رہے کہ مقصد کو ہمیشہ اولیت حاصل ہے، پھر بیعت ہے۔ شیخ سلسلہ کے منصب پر ہمیشہ ایک کی وفات کے بعد دوسرے انسان نے آتے رہنا ہے۔ چونکہ سلسلہ توحیدیہ سے ہماری وابستگی ایک مقصد کے لئے ہے اس لئے ہمیں حکم ہے کہ ہم ایک شیخ سلسلہ کی وفات کے بعد ان کے جانشین شیخ سلسلہ سے تجدید بیعت کریں۔ ترجیح مقصد ہے اس لئے یہی نظام، یہی ضابطہ اور یہی دستور ہے جو ہم پر لازم ہے۔ تجدید بیعت سے انکار سلسلہ سے علیحدگی کا اعلان ہے جس کے لامحالہ گہرے اثرات ہیں۔ اس دنیا میں ہی نہیں آگے بھی ان اثرات کا تسلسل ہے۔ اللہ سب کو حفظ و امان میں رکھے۔

جیسے آپؒ نے سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں تجدید بیعت نہیں کی اسی طرح ہم تجدید بیعت نہ کر کے خود علیحدگی اختیار کر لیں یا ہمیں سلسلہ توحیدیہ سے خدانخواستہ خارج کر دیا جائے تو ایسی صورت میں ہم توحیدیہ خاندان کا حصہ نہیں رہتے۔ دنیا میں چلنے والے روحانی معاملات نے مرنے کے بعد بھی جاری رہنا ہوتا ہے۔ ان کا تسلسل ٹوٹنے سے بہت سے ناگزیر روحانی فیوض و برکات کا باب ہم پر بند ہو جاتا ہے۔ اور تو اور ہم ایک عمومی دعا تک کی سہولت سے یکسر محروم ہو جاتے ہیں۔ عام سی بات ہے کہ نسبی اولاد بھی دوسری تیسری نسل میں دعا تو کیا، نام تک بھول جاتی ہے۔ اس کے برعکس توحیدی ہمیشہ سے بلاناغہ توحیدیہ خاندان کے اپنے بزرگوں کے لئے دعا کرتے آئے ہیں، اب بھی کر رہے ہیں اور جب تک سلسلہ

توحیدیہ قائم ہے ہمیشہ کرتے رہیں گے۔یہ دعائیں ہمارے روحانی سلسلہ کے نظام کا حصہ اور بھرپور افادیت کی حامل ہیں۔ہم سب کے سب بہت عاجز ہیں، ہمیں مرنے کے بعد تو خاص طور پر انہیں دعاؤں کی ضرورت ہے۔خود کو ایسی دعاؤں سے محروم کرنے کا تصور بھی تکلیف دہ ہے۔ اللہ الحفیظ و الامان.

انسان کے روحانی معاملات عجیب وغریب نوعیت کے ہیں ۔ہم توحیدی روحانی معاملات میں نشیب وفراز اور عروج وزوال کو اپنی کیفیات میں عام مشاہدہ کرتے ہیں ۔یہ تو اس وقت ہمارا عالم ہے جب ہماری روح مادی جسم میں ہے۔روحانی معاملات نے مرنے کے بعد تا قیامت چلنا ہے۔یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔بانیٔ سلسلہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے جس قدر روحانیت پر لکھا ہے ہمارے لئے یہی کافی ہے، پر مغز اور پر از حکمت و بصیرت ہے۔ہمیں اسی سے تحریک لے کر آگے چلنا ہے۔آٹوگراف میں ہمیشہ لکھا: پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ۔عام باتوں اور خطوط میں فرمایا: اللہ اللہ کرتے رہو۔آخری وقت میں اللہ یاد رہا تو زندگی کامیاب گئی ورنہ بیکار گئی؛۔۔۔اللہ کی یاد کو دل میں بسائے رکھو اور اسی میں مر جاؤ، تمہیں کیا معلوم اس کا انجام کیا ہوگا۔جنتیں تو اس کے بدلے میں گھٹیا سودا ہیں ۔اس کا انجام خدا کی گود کے سوا کہیں نہیں ۔یہ باتیں اگر ہمیں مرتے دم تک سلسلہ سے مضبوطی سے جڑے رہنے پر قائل نہیں کر پاتیں تو ہمیں تھوڑا سا امام غزالیؒ، ابن عربیؒ، شاہ ولی اللہؒ کی کتب سے بھی پڑھ لینا چاہئے جو موت کے بعد کے روحانی فلسفہ پر بڑا تفصیل سے لکھ چکے ہیں ۔

انصاری صاحبؒ نے تو ہمیں زندگی سے ہی بڑی بشارتیں دی ہیں، زندگی کی بات ہی کیا کریں، توحیدیوں کی تو موت بھی قابل رشک ہوتی ہے۔سبحان اللہ ۔اللہ ہمیں اپنی ذات میں سلسلہ توحیدیہ سے دوری کے مشاہدہ سے بچائے اور مرتے دم تک اسی شجر سے پیوستہ رکھے۔ہمیں اپنے لئے اس کی دعا بھی کرتے رہنا چاہیے۔روحانی معاملات میں صرف

ترقی ہی نہیں ہے، یہ ریورس بھی ہوتے ہیں۔بس اللہ بچائے۔ہم نے ایسے بھائیوں کی زندگی اوران کے آخری برس دیکھے ہیں جنہیں بانیٔ سلسلہؒ نے اپنی زندگی میں ممتاز کیا،ان کے اعلیٰ اورقابل رشک روحانی معاملات سب کے سامنے آئے مگرانہیں سلسلہ توحیدیہ سے خارج کیا گیا یاوہ خوداس سلسلہ کوچھوڑ گئے۔ایسے بھائی جب دنیا سے گئے اس وقت روحانی حالت کیاتھی،اسے بھی سب نے دیکھا۔ہماری ان کے لئے بھی دعا ہے۔سلسلہ سے پیوستہ رہنے کی بات بظاہرمعمولی مگر بہت ہی غیرمعمولی ہے۔

ہمارے بھائی جناب محمد جمیل مرزا صاحبؒ کے ساتھ کچھ کم ہوا؟ ضعف عمری کی بیماری یا تکلیف کسی قدر حقیقت ہے مگراللہ اپنے بندوں کوکبھی کسی حال میں تنہانہیں چھوڑتا۔ان کی بیماری یا تکلیف کی بات نہیں ہے۔روحانی معاملات میں ایک طرف دوربیٹھے اپنے بھائی کی دعا کاپورااثرمحسوس کرتے ہیں،محفل میں بغیربتائے دل ودماغ کی سوچیں اورخیالات تک اللہ انہیں پہنچارہا ہےتو دوسری طرف پوری بےخبری ہے۔گھرمیں بیٹے کی موت جیسے بڑے واقعہ کے ہونے سے بےخبر ہیں۔بیٹا فوت ہواتو کس کے دل ودماغ میں ان کے سامنے آکریہ خیالات نہیں ہوں گے مگرہربات سے بےخبررہے۔اطلاع تک نہ پائی اوربےخبری میں اللہ کو پیارے ہوگئے۔اللہ کی طرف سےتنہائی ایسی ملی کہ بیٹا سہارا بننے کے لئے امریکہ سےواپس آیا مگربزرگ والد کا سہارانہ بن پایا،اللہ کے حضور بلالیا گیا۔صبروعزیمت کی پیکرضعیف بیگم صاحبہ ساتھ رہیں۔وہ پیربھائی جودل وجان سےعزیز رکھتے تھے،جنہیں آپؒ نے خود سے دورکیاتو پھربھی اللہ کے حضور ہاتھ اٹھاکرآپؒ کے لئے دعا کرتے رہے،جب وقت دعا آیاتو آپؒ کی خودساختہ علیحدگی نےانہیں نمازجنازہ جیسےفرض کفایہ میں آکردعا کرنے کاموقع نہ مل پایا۔اللہ نے ہم تک اطلاع پہنچائی اورآج ہم دعا گوہیں۔اللہ تعالیٰ ہم سب پرکرم فرمائے رکھےاورہر قسم کےفکری بحران اورشیطان کےشر سےاپنے حفظ وامان میں رکھے۔آمین۔

ذکر الٰہی

(حافظ ابن القیم الجوزی)

قول ابن عباسؓ:

نیز بیہقی نے ابن عباسؓ سے بھی بیان فرمایا کہ جب موسیٰؑ کوہ طور پر تشریف لے گئے تو دریافت کیا کہ مولا! تجھے کون زیادہ محبوب ہے؟ فرمایا جو مجھے ہر وقت یاد رکھے اور کسی وقت نہ بھولے۔

کعبؓ کا قول:

کعبؓ فرماتے ہیں کہ موسیٰؑ نے دریافت کیا میرے مالک! آپ قریب ہیں؟ کہ تجھے آہستہ بلاؤں اور مناجات کروں یا بعید ہیں؟ کہ تجھے زور سے بلاؤں اللہ عزوجل نے فرمایا موسیٰ جو میرا ذکر کرے میں اس کا ہم جلیس وہم مجلس ہوں۔ موسیٰؑ نے فرمایا مولا! میں تو بعض دفعہ ایسی حالت میں ہوتا ہوں کہ اس وقت تیرا ذکر کرنا بالکل نامناسب ہے اللہ عزوجل نے فرمایا وہ کونسی حالت؟ موسیٰؑ نے فرمایا قضاء حاجت یا جنابت کی حالت فرمایا کوئی حرج نہیں ہر حالت میں یاد رکھئے۔ اور اللہ کا ذکر بجالایئے۔

عبید بن عمیر نے فرمایا۔ مومن کے نامہ اعمال میں صرف **سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ** کا موجود ہونا روئے زمین کے پہاڑوں کے برابر سونا خیرات کرنے سے بہتر ہے۔

امام حسنؒ کا قول:

حسنؒ فرماتے ہیں قیامت کے دن منادی آواز دے گا (لوگ کہتے ہیں فلاں اہل کرم اور برگزیدہ لوگ ہیں) آج دنیا کو پتہ چل جائے گا کہ کون لوگ اہل کرم و برگزیدہ ہیں؟

پھر آواز دے گا کہاں ہیں وہ لوگ؟ جو نرم وگرم بستروں کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کو خوف ورجا کے ساتھ پکارتے اور دعائیں مانگا کرتے اور خدا کے عطا کردہ مال سے خیرات کیا کرتے تھے جلدی چلے آئیں تو وہ اٹھیں گے اور تمام لوگوں کو پھاندتے کودتے اعلانچی کے ہاں پہنچ جائیں گے پھر دوبارہ آواز دے گا! دنیا دیکھ لے گی کہ کرم و بزرگی کے قابل کون ہے؟ پھر کہے گا کہاں ہیں وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے نہ تجارت غافل کرسکتی ہے نہ خرید وفروخت روک سکتی تھی تو وہ سب لوگوں کو پھاندتے منادی کے پاس جا پہنچیں گے اسی طرح ہر ساعت وہر حالت ہر پہلو و ہر کروٹ پر اللہ تعالیٰ کی تعریف وحمد کرنے والوں کو آواز پڑے گی تو وہ پرے کے پرے باندھ کر دوڑے دوڑے منادی کے پاس چلے آئیں گے اور بے شمار تعداد میں آموجود ہوں گے بعد ازاں باقی بچے کھچے لوگوں کو منادی ہوگی اور حساب شروع ہوگا۔

کثرت ذکر سے لوگ، پاگل کہنے لگ جائیں:

ابو مسلم خولانی کے ہاں ایک شخص آیا کہنے لگا کوئی وصیت فرمائیے فرمایا ہر جنگل، ہر شہر ہر بستی میں بلکہ ہر شجر وحجر کے پاس بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کیجئے، پھر کہا کچھ اور فرمائیے ابو مسلم نے فرمایا اللہ کا اس قدر ذکر کیجئے کہ لوگ پاگل کہنے لگ جائیں وہ شخص کہتا ابو مسلم بے حد ذکر کیا کرتے تھے کسی آدمی نے آپ کو ذکر کرتے دیکھ لیا اور لوگوں سے کہنے لگا یہ تمہارا آدمی پاگل و بیوقوف تو نہیں! ابو مسلم نے بھی سن لیا اور جواب دیا کہ یہ فعل تو جنون نہیں البتہ یہ ذاکر (ابو مسلم) ضرور مجنون ہے۔

(۴۶) ذکر سے قساوت قلبی کا علاج:

دل میں قساوت وسختی ہوتی ہے جسے ذکر الٰہی ہی پگھلا کر تحلیل کرسکتا ہے، اس لیے انسان کو ذکر الٰہی کے ساتھ اپنی قساوت قلبی سخت دلی کا علاج کرنا چاہیے۔

حماد بن زید معلّی بن زیاد سے ذکر کرتے ہیں کہ کسی نے امام حسن کو کہا۔ اے ابا سعید مجھے قساوت قلبی کی شکایت ہے، فرمایا ذکر الٰہی کی (انگیٹھی میں رکھ کر) اسے پگھلایئے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دل جتنا زیادہ غافل ہوگا اتنا ہی زیادہ سخت اور قاسی ہوتا چلا جائے گا لیکن جب اللہ تعالیٰ کی یاد کرے گا تو یہ قساوت وسختی اس طرح پگھلتی جائے گی جس طرح آگ میں شیشہ، وتانبا پگھل جاتا ہے۔ غرضیکہ ذکر الٰہی ہی ایک ایسی چیز ہے جو قساوت قلبی وسنگ دلی کو پگھلا کر رکھ دیتی ہے

(۴۷) ذکر دل کی دوا ہے:

ذکر دل کی دوا اور قلب کی شفا ہے اور غفلت سراسر مرض و بیماری ہے، یاد رکھئے ہر دل بیمار ہے اور سب کی دوا اور شفا، ذکر الٰہی میں موجود مرکوز ہے۔

امام مکحولؒ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کا ذکر سراسر شفا ہے مگر کسی انسان کا نام جپنا اور ذکر کرنا سراسر مرض و بیماری ہی بیماری ہے۔''

امام بیہقیؒ مکحولؒ سے مرفوعاً مرسلاً ذکر فرماتے ہیں کہ جب دل ذکر الٰہی میں مشغول ہو جاتا ہے تو شفایاب اور تندرست ہو جاتا ہے لیکن ذکر سے جب غافل ہو جاتا ہے تو دوبارہ بیمار اور مریض ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ کسی شاعر کا قول ہے:

اِذَا مَرِضْنَا تَدَاوَیْنَا بِذِکْرِکُمْ　　فَنَتْرُکَ الذِّکْرَ اَحْیَانًا فَنَنْتَکِسُ

جب ہم بیمار ہو جاتے ہیں تو آپ کا ذکر کر کے علاج کر لیا کرتے ہیں لیکن جب ہم کبھی ذکر ترک کر دیتے ہیں تو دوبارہ بیمار ہو جاتے ہیں۔

(۴۸) ذکر حُبِّ الٰہی کا اصل ہے:

ذکر محبت الٰہی کا اصل اور رأس الموالات ہے اور غفلت اللہ تعالیٰ کی دشمنی کا اصل اور راس العداوت ہے تو انسان ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے کرتے اس مقام ومنزل تک پہنچ جاتا ہے کہ اللہ عزوجل بھی اس سے دوستی وموالات اور محبت کرنے لگ جاتے ہیں اور ذکر الٰہی سے غفلت وسستی کرتے کرتے اس حد تک جا پہنچتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ومغضوب اور درگاہ الٰہی سے بالکل راندہ جاتا ہے۔

امام اوزاعی حسان بن عطیہؒ کا قول نقل کرتے ہیں کہ:

"اللہ عزوجل سے انسان کی ہر دشمنی ہیچ ہوتی ہے مگر ذکر الٰہی سے کراہت کرنے یا اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے ذاکر کو برا سمجھنے سے بڑھ کر کوئی دشمنی نہیں"۔

دیکھئے! اس دشمنی وعداوت کا اصل سبب ذکر الٰہی سے غفلت ہے اور انسان اللہ کی یاد سے غافل رہ کر نہ خود پسند کرتا ہے کہ ذکر الٰہی بجالائے اور نہ ہی کوئی دوسرا شخص اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہوا اچھا لگتا ہے۔ تو اس وقت ایسا انسان اللہ عزوجل کا پکا دشمن بن جاتا ہے جیسا کہ ذاکر ذکر کرتے کرتے اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے۔

(۴۹) ذکر انعامات الٰہی کے حصول اور غضب الٰہی کے دفاع کا موجب ہے:

کوئی چیز ایسی نہیں جو ذکر الٰہی کے برابر انعامات الٰہی کے حصول یا عذاب وغضب الٰہی کے دفاع کا موجب ہو سکے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو چاروں طرف سے کھینچ کر جمع کر دینے کا باعث اور اللہ کے غضب کو دفع کرنے کا موجب ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ ایمانداروں سے اپنا غصہ وغضب دفع کرتا ہے"۔ (سورۂ حج، آیت ۳۸)

غرضیکہ ایمانداروں میں ذکر الٰہی کے باعث جس قدر قوت ایمانی ہوگی جتنا ایمان

کامل ہوگا جس قدر مادۂ ایمانی قوی ومضبوط ہوگا تو اتنا ہی اللہ تعالیٰ اس سے غضب الٰہی کو دور رکھے گا' چونکہ اصول ہے کہ کوئی جیسا کرے گا ویسا بھرے گا اور اسی اصول کی بنا پر جو اللہ تعالیٰ کو یاد رکھے گا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کو یاد رکھے گا اور جو اللہ تعالیٰ کو بھلا دے گا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کو بھلا دے گا ارشاد الٰہی ہے:

ترجمہ: ''شکر بجالاؤ گے تو اور زیادہ دوں گا''۔(ابراہیم/۷)

''اور ذکر ہر قسم کے شکر سے اعلیٰ ترین شکر ہے اور شکر ونعمت کے زیادہ ہونے کا موجب اور مزید نعمت کا باعث ہے''۔

سلف صالحین میں سے ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ اس ذات کی یاد سے غفلت کرنا کتنی بدترین قباحت ہے جو نیکی واحسان میں تجھ سے کبھی غافل نہیں رہتا۔

(۵۰) ذکر اللہ کی رحمتوں اور فرشتوں کی دعاؤں کا موجب ہے:

ذکر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اور تمام فرشتوں کی صلوات اور رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور غور کیجیے کہ جس کے لیے اللہ تعالیٰ دعا کریں اور خود اللہ تعالیٰ رحمت نازل فرمائے تو یقیناً وہ فلاح یاب اور کامیاب وجائز المرام ہوگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: ''اے ایماندارو! کثرت سے اللہ کا ذکر کرو۔ اور صبح شام اس کی پاکی بیان کرو۔ وہی تم پر رحمتیں نازل فرماتا ہے اور اس کے فرشتے بھی، تاکہ تمہیں ظلمات سے نکال کر روشنی میں پہنچائے اور وہ مومنوں پر نہایت ہی مہربان ہے''۔

تو یہ اللہ تعالیٰ اور ملائکہ کی رحمت وصلوات ہے جس کا اتنا اثر ہے کہ انسان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی میں پہنچانے کا باعث ہے اور جب خود اللہ تعالیٰ اور تمام فرشتوں کی رحمت وصلوات انسان پر نازل ہوں اور اندھیروں سے نکال کر نور اور روشنی میں پہنچا دیں

تو پھر خود ہی بتلائے کہ وہ کون سی خیر و برکت ہے جو انسان کو حاصل نہیں ہوئی؟ اور کون سی برائی وشرارت ہے جو انسان سے دور نہیں ہوئی۔ افسوس ان لوگوں پر جو اللہ تعالیٰ سے غافل رہ کر اس کے کروڑہا انعامات واحسانات سے محروم وبدنصیب رہ گئے۔ **وباللہ التوفیق**۔

(۵۱) مجالس ذکر جنت کے باغ ہیں:

جو دنیا میں ہی جنت کے باغوں کی سکونت چاہتا ہے تو اسے مجالس ذکر کو اپنا وطن بنانا چاہیے، کیونکہ ذکر کی مجلسیں جنت کے باغ ہیں۔ ابن ابی الدنیا وغیرہ نے جابر بن عبداللہ کی حدیث بیان فرمائی کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے اور فرمانے لگے:

ترجمہ: ''لوگو! جنتی باغوں سے پھل کھایا کرو، ہم نے کہا یا رسول اللہؐ جنت کے باغ کون ہیں؟ فرمایا ''مجلس ذکر''! پھر صبح وشام اگلے پچھلے پہر جا کر وہاں ذکر کیا کرو چونکہ جو معلوم کرنا چاہتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ذاکر کی کیا قدر ومنزلت ہے تو خود ذاکر بن کر معلوم کر سکتا ہے کیونکہ اللہ عزوجل انسان کے عمل کی وہی قدر ومنزل کرتا ہے جو انسان کروانا چاہے''۔

(۵۲) مجالس ذکر فرشتوں کی مجلسیں ہیں:

ذکر کی مجلسیں عام مجالس کی طرح نہیں بلکہ فرشتوں کی مجالس ہیں کیونکہ تمام دنیوی مجالس میں سے وہ اسی مجلس میں بیٹھتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ کی یاد اور ذکر الٰہی کیا جائے، چنانچہ صحیحین میں بروایت اعمش عن ابی صالح از ابی ہریرہ مروی ہے کہ:

رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ نامہ نویس فرشتوں کے علاوہ، اللہ تعالیٰ نے دیگر فرشتے اس ڈیوٹی پر مقرر فرمائے ہیں جو مجالس ذکر کی تلاش میں ہر طرف صرف اسی لیے گشت کرتے پھرتے ہیں کہ کہیں لوگ اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہے ہوں تو وہاں جا کر چند منٹ بیٹھیں اور ذکر الٰہی سنیں (اور جب) پھرتے پھراتے کہیں ایسی مجلس دیکھ پاتے ہیں تو سب کو آواز

دیتے ہیں کہ دوڑ و مقصود جل ہو گیا تو وہ غول کے غول باندھ کر آتے ہیں اور اہل مجلس کو زمین سے آسمان تک اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں' پھر جب اللہ عزوجل کے ہاں واپس پہنچتے ہیں تو اللہ عزوجل خود اہل ذکر کے متعلق واقف و عالم ہونے کے باوجود (خوشی سے) دریافت فرماتے ہیں کہ میرے بندے کیا کہتے تھے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ مولا! تیری تسبیح و تکبیر اور حمد و ثنا کرتے ہیں' اللہ عزوجل (پیار سے) دریافت کرتے ہیں کہ انہوں نے مجھے دیکھا ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ اے رب العزۃ تیری ذات کی قسم انہوں نے دیکھا تو نہیں' تو اللہ عزوجل فرماتے ہیں اگر دیکھ لیں تو پھر؟ فرشتے جواب دیتے ہیں' مولا (کچھ نہ پوچھیے) وہ دیکھ پائیں تو عبادت کرتے کرتے تھک مریں، زور سے تیری حمد و ثنا بجالائیں' تختی سے تیری تمجید و بزرگی کہیں اور ہر وقت تیری تسبیح و تقدیس کے ترانے گاتے رہیں۔

پھر اللہ عزوجل فرماتے ہیں کہ کیا چاہتے ہیں اور کون سی چیز طلب کرتے ہیں؟

فرشتے جواب دیتے ہیں، یا الٰہی جنت کا سوال کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ دریافت کرتے ہیں ، جنت انہوں نے دیکھی ہے؟ فرشتے کہتے ہیں دیکھی تو نہیں ، پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اگر دیکھ بھی لیں تو پھر ان کی کیا حالت ہو؟ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ دیکھ پائیں تو پہلے سے زیادہ اس کے طالب و حریص ہو جائیں، اور اس کے بے حد خواہش مند اور طلب گار بن جائیں، پھر اللہ عزوجل فرماتے ہیں کہ کس چیز سے پناہ مانگتے ہیں؟ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں۔ اللہ عزوجل دریافت فرماتے ہیں کہ دوزخ کو انہوں نے کبھی دیکھا بھی ہے؟

فرشتے جواب دیتے ہیں دیکھا تو نہیں، پھر اللہ عزوجل دریافت فرماتے ہیں کہ اگر

دیکھ لیں تو ان کی کیا حالت ہو؟ فرشتے کہتے ہیں دیکھ پائیں تو بے چارے خوف کے مارے اس سے دور بھاگ جائیں اور ڈر ڈر مریں، تو اللہ عزوجل (کی رحمت جوش میں آتی ہے اور) فرماتے ہیں گواہ رہو میں نے انہیں معاف کردیا اور بخش دیا، ایک فرشتہ کہتا ہے مولا! ان میں فلاں شخص ان کی جماعت کا نہیں تھا، وہ تو کسی اپنے کام کے لیے آیا تھا تو اللہ عزوجل فرماتے ہیں یہ ایسے جلیس نہیں کہ ان کا ہم نشین محروم و بے نصیب چلا جائے''۔

دیکھئے! یہ ہے ان بابرکت لوگوں کی مجلس کا اثر جو خود بھی بخشے جاتے اور ان کی برکت سے ان کے ہم مجلس بھی بخشے جاتے ہیں تو گویا عیسیٰ علیہ السلام کی طرح جن کے متعلق قرآن حکیم میں ہے کہ: ترجمہ: ''اللہ عزوجل نے مجھے بابرکت بنایا ہے جہاں بھی ہوں اور جیسا بھی ہوں''۔ (سورۂ مریم/۳۱)

اہل ایمان بھی بابرکت ہوتے ہیں جہاں کہیں ہوں اور جس مقام پر بھی ہوں بابرکت ہی بابرکت ہوتے ہیں، لیکن ایک فاجر اور بدکار شخص جہاں بھی ہو اور جس مقام میں ہو بے برکت و منحوس اور شوم ہی شوم ہوتا ہے معلوم ہوا کہ مجالس ذکر فرشتوں کی مجالس ہوتی ہیں اور ذکر الٰہی سے غفلت و بکواسات کی مجلس شیطانی مجلس ہوتی ہے۔ کیونکہ ہر شخص اپنے ہم مثل و ہم شکل کی طرف منسوب ہوتا ہے اور ہر کام اپنے مناسب حال کی جانب نسبت کیا جاتا ہے۔

(۵۳) اہل ذکر کی وجہ سے اللہ عزوجل فرشتوں پر فخر فرماتے ہیں:

اللہ عزوجل ذکر گزاروں کی وجہ سے ملائکہ پر فخر کرتے ہیں جیسا کہ صحیح مسلم میں بروایت ابی سعید خدریؓ مروی ہے کہ ''سیدنا معاویہؓ مسجد میں ایک مجلس کے ہاں تشریف لائے اور دریافت فرمایا کہ کس لیے بیٹھے ہو؟ لوگوں نے کہا یہاں بیٹھ کر ذکر اذکار

کر رہے ہیں، فرمایا صرف اسی غرض سے؟ لوگوں نے کہا اللہ کی قسم صرف اسی غرض سے سیدنا معاویہؓ نے فرمایا میں نے تمہیں متہم سمجھ کر تم سے حلف نہیں لیا اور نہ ہی تمہارے برابر کثیر الروایت ہونے کی ہمسری کرسکتا ہے، میں تو بالکل ایک قلیل الروایت آدمی ہوں (بلکہ رسول کریم ﷺ نے اسی طرح ایک دفعہ صحابہ سے حلف لیا چنانچہ) رسول اللہ ﷺ (ایک دفعہ) صحابہ کی مجلس میں تشریف فرما ہوئے دریافت فرمایا کیسے بیٹھے ہو؟ صحابہ نے کہا ذکر اذکار کر رہے ہیں۔ اللہ عزوجل کے احسان اسلام اور مسلمان ہونے کے شکرانہ میں اس کی تعریف اور حمدوثنا کر رہے ہیں تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا اللہ کی قسم! صرف اسی لیے بیٹھے ہو؟ صحابہ نے جواب دیا ہاں اللہ کی قسم! محض اسی لیے بیٹھے ہیں اور کوئی کام نہیں تو نبی ﷺ نے فرمایا میں تم سے متہم سمجھ کر حلف نہیں لے رہا ہوں بلکہ جبرائیلؑ میرے پاس آئے اور خبر دی کہ اللہ عزوجل تمہاری وجہ سے ملائکہ پر فخر کرتے ہیں"۔ (مسلم: ۱۷/۲۲۔۲۳۔نووی)

اللہ عزوجل کی یہ فخر ومباہات اس بات کی دلیل ہے کہ ذکر اشرف ترین چیز ہے اور اللہ تعالیٰ کو ازحد محبوب اور جملہ اعمال پر اسے فضیلت وفوقیت ہے۔

(۵۴) دوام ذکر سے انسان ہنستے ہوئے جنت میں جائے گا:

ذکر الٰہی پر مداومت کرنے والا شخص خوشی کے مارے خنداں خنداں اور ہنستے ہنستے جنت میں داخل ہو گا۔ جیسا کہ ابن ابی الدنیا نے ابی درداءؓ کا قول نقل فرمایا ہے کہ آپ نے فرمایا:

"جن کی زبان ذکر الٰہی میں ہر وقت تر رہتی ہے وہ ہنستے ہنستے اور خنداں خنداں جنت میں داخل ہوں گے"۔

درجات و منازل جنت

(پروفیسر احمد بن ولید عراقی)

مقام وسیلہ:

جناب عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
ترجمہ: ''جب تم مؤذن سے (اذان) سنو تو ویسے ہی (کلمات) کہو جو وہ کہے پھر مجھ پر درود بھیجو۔ پھر میرے لئے اللہ تعالیٰ سے (مقام) وسیلہ کا سوال کرو کیونکہ یہ جنت میں ایک درجہ ہے جو اللہ کے بندوں میں سے صرف ایک بندے کے لائق ہے اور مجھے اُمید ہے کہ وہ بندہ میں ہی ہوں گا۔ پس جس (مسلمان) نے میرے لئے (مقام) وسیلہ کی دعا کی اس کے لئے (قیامت کے دن میری شفاعت لازم ہوگی۔'' (سنن ترمذی)

حضرت خدیجہ کی جنت:

حضرت فاطمہ الزہراؓ نے رسول کریم ﷺ سے سوال کرتے ہوئے عرض کیا:
''میری والدہ خدیجہؓ (جنت میں) کس درجہ میں ہیں۔؟'' آپ ﷺ نے فرمایا:
''قصب (چمکدار موتی اور یاقوت کے ساتھ مزین چمکدار زبرجد) کے محل میں جس میں۔ نہ تو کوئی فضول بات ہے نہ کسی کی اکتاہٹ۔ حضرت مریم اور آسیہ کے ساتھ۔''
حضرت فاطمہ الزہراؓ نے عرض کیا: ''کیا اس قصب (سرکنڈے) کے محل میں؟''
فرمایا:
''نہیں بلکہ وہ درلؤلؤ اور یاقوت کے جڑاؤ والے محل میں ہیں۔''
(سیرات مبشرات بالجنتہ باب نمبر 1)

نبی کریمﷺ کے دیوانے کی جنت:

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ ایک شخص آنحضرتﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا:

"یارسول اللہﷺ! اللہ کی قسم! آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں' آپ مجھے گھر والوں سے بھی زیادہ عزیز ہیں' آپ مجھے میری اولاد سے بھی زیادہ عزیز ہیں اور فلاں چیز سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔ میں اپنے گھر میں بیٹھا ہوا تھا۔ پھر میں نے آپ کو یاد کیا اور صبر نہ ہو سکا تو آپ کے پاس چلا آیا اور آپ کی زیارت کر لی لیکن جب میں اپنی موت اور آپ کی وفات کو یاد کرتا ہوں تو مجھے معلوم ہوتا ہے کہ آپ جنت میں داخل ہوں گے تو آپ کو جنت میں انبیاء کرام علیہم السلام کی منازل پر فائز کیا جائے گا اور میں جب جنت میں داخل ہوں گا تو مجھے ڈر ہے کہ آپ کی زیارت سے شرف یاب نہیں ہو سکوں گا۔"

آنحضرتﷺ نے اس کی یہ بات سن کر اس کو کوئی جواب نہ دیا حتیٰ کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام یہ آیت لے کر نازل ہوئے:

ترجمہ: "اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی تابعداری کرے گا تو ایسے اشخاص بھی ان حضرات کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین اور یہ حضرات بہت اچھے رفیق ہیں۔"

حضور نبی کریمﷺ کے جنت کے درجہ کو وسیلہ اس لئے کہا گیا ہے کیونکہ یہ مقام اللہ تبارک وتعالیٰ کے عرش کے قریب ترین درجات میں سے ہے۔ لغت میں وسیلہ کا لفظ قرب کے معنی سے مشتق ہے۔ (صفۃ الجنۃ، از ابن ابی الدنیا)

انبیاء شہداء اور صدیقین کی جنت:

حضرت ابو الدرداءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: ''جنت عدن میں صرف انبیاء کرامؑ شہداء اور صدیقین داخل ہوں گے۔ اس جنت میں ایسی ایسی نعمتیں ہوں گی جن کو کسی شخص نے دیکھا اور نہ کسی انسان کے وہم وگمان میں ان کا خیال گزرا ہوگا۔'' (حاوی الارواح بمسند احمد بن حنبل)

درجات کس چیز کے ہیں:

نبی کریمﷺ نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: ''جنت کے سو درجے ہیں ان میں سے ہر درجہ کا درمیانی فاصلہ آسمان وزمین کے فاصلہ کے برابر ہے۔ ان میں سے (نیچے والے) پہلے درجہ کے گھر، کمرے، اس کے دروازے پلنگ اور ان کے تالے سب چاندی کے ہوں گے اور دوسرے درجہ کے گھر کمرے، اس کے دروازے اس کے پلنگ اور اس کے تالے سونے کے ہوں گے اور تیسرے درجہ کے گھر اس کے کمرے اور اس کے دروازے، اس کے پلنگ اور اس کے تالے یاقوت، لؤلؤ اور زبرجد کے ہوں گے اور باقی ستانوے درجے کس چیز سے بنے ہیں سوائے اللہ کے اس بارے میں اور کوئی نہیں جانتا۔'' (صفۃ الجنۃ)

آیات قرآن کے برابر درجات:

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: ''حافظ قرآن جب جنت میں داخل ہوگا (تو اس کو) کہا جائے گا: ''پڑھتا جا اور پڑھتا جا۔'' تو وہ پڑھے گا اور ہر آیت کی جگہ ایک درجہ اوپر پڑھے گا حتیٰ کہ اس کو جتنا یاد ہوگا اس کا آخری حصہ بھی پڑھ لے گا۔'' (سنن اربعہ)

اس سے پہلے معلوم ہوا کہ حافظ قرآن جو قرآن مجید پر عمل بھی کرتا ہو جنت کے اعلیٰ درجات پر فائز ہوگا۔بشرطیکہ اس کو قرآن پاک کا کافی حصہ یاد ہو۔لاپرواہی سے بھول نہ جائے۔

نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنت کے درجات سو سے زائد ہیں اور اگر سو درجات ہیں جیسا کہ دیگر احادیث میں وارد ہے تو پھر ان سو درجات میں مزید بہت سے درجات ہوں گے جن کی اس حدیث میں وضاحت فرمائی گئی ہے۔

شہداء کے درجات:

حضرت مقداد بن معدیکربؓ سے روایت ہے کہ سید دو عالم محمد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک شہید کے لئے چھ انعامات ہیں: خون کے پہلے قطرہ کے گرتے ہی اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔جنت میں اس کو اس کا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے۔اس کو ایمان کی پوشاک پہنا دی جاتی ہے۔اس کو عذاب قبر سے محفوظ کر دیا جاتا ہے قیامت کے دن کی بڑی گھبراہٹ کے وقت وہ امن میں ہوگا۔اس کے تاج کا ایک موتی دنیا و مافیہا سے زیادہ قیمتی ہے۔اس کی شادی بہتر حورعین سے کی جائے گی اور اس کے ستر قریبی رشتہ داروں کے حق میں اس کی شفاعت قبول کی جائے گی (اور ان کو اس کی شفاعت کی وجہ سے جنت میں داخل کیا جائے گا۔)''

اکابر اولیاء کے درجات:

امام احمد بن حنبلؒ کے ایک شاگرد فرماتے ہیں کہ جب امام احمد بن حنبلؒ نے وفات پائی تو میں نے انہیں خواب میں دیکھا کہ وہ اکڑ کر چل رہے ہیں میں نے کہا: ''اے بھائی! یہ کیسی چال ہے۔؟'' انہوں نے فرمایا:

''یہ دارالسلام (جنت) میں خدام (اللہ کے برگزیدہ حضرات) کی چال ہے۔''میں نے کہا:
''حق تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا؟''انہوں نے فرمایا:

''میری مغفرت فرمائی اور سونے کے جوتے پہنائے اور ارشاد ہوا کہ یہ سب اس بات کا انعام ہے جو تم نے کہا تھا کہ قرآن حق تعالیٰ کا کلام ہے حادث نہیں ہے اور حکم ہوا کہ جہاں چاہو چلو پھرو۔ میں جنت میں داخل ہوا تو دیکھتا ہوں کہ سفیان ثوری کے دو سبز پر ہیں اور ایک درخت سے دوسرے درخت پر اڑتے پھرتے ہیں اور یہ پڑھتے ہیں: ''حمد و شکر ہے اس اللہ عزوجل کا جس نے ہم سے اپنا وعدہ پورا وفا کیا اور ہمیں جنت کی زمین کا وارث بنایا۔ ہم جنت میں جہاں چاہتے ہیں داخل ہوتے ہیں اور یہ نیک عمل کرنے والوں کی بڑی اچھی جزا ہے۔''

میں نے پوچھا: ''عبدالواحدارقؒ کی کیا خبر ہے۔؟''
انہوں نے فرمایا: ''میں نے انہیں دریائے نور میں کشتی نور پر سوار ہو کر حق تعالیٰ کی زیارت کرتے چھوڑا ہے۔''
میں نے کہا: ''حضرت بشر بن حارث کا کیا حال ہے؟''
کہنے لگے: ''واہ واہ!! ان کے مثل کون ہو سکتا ہے۔؟ میں نے انہیں حق تعالیٰ کی طرف دیکھا کہ حق تعالیٰ ان کی طرف متوجہ ہو کر فرماتا تھا: ''اے شخص تو نہیں جانتا کہ تیرا کیا مرتبہ ہے اور اے وہ شخص جو نہ پیتا تھا اب پی لے اور اے وہ شخص جو نہیں کھاتا تھا اب سیر ہو لے۔''(سیرت احمد بن حنبل صفحہ نمبر 550)

محبین کے درجات:

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: ''آپس میں (اللہ تعالیٰ کے) محبت کرنے والے (مسلمان) کو جنت کے غرفات میں ایسے (بلند و بالا) دیکھا جائے گا جیسے مشرق یا مغرب میں طلوع ہونے والے ستارے کو دیکھا جاتا ہے۔ان (غرفات) کو دیکھ کر پوچھا جائے گا: ''یہ حضرات کون ہیں؟'' تو کہا جائے گا: ''یہ حضرات خالص اللہ عزوجل کے لئے آپس میں محبت کرتے تھے۔''

مجاہدین کے درجات:

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ ''جنت کے سو درجات میں ہر دو درجوں کے درمیان آسمان و زمین کے فاصلہ کے برابر فاصلہ ہے یا آسمان و زمین سے بھی زیادہ فاصلہ ہے۔'' میں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! یہ درجات کن کے لئے ہوں گے؟'' آپ نے فرمایا: ''اللہ کے راستہ (اسلام) میں جہاد کرنے والوں کے لئے۔'' (صفۃ الجنۃ)

اولاد ماں باپ کی جنت میں:

جن لوگوں کے والدین اہل ایمان اور باعمل ہوں گے ان لوگوں کو ان کے والدین کی نیکیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ جنت میں ان کے والدین جیسا مقام و مرتبہ عطا فرما دے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ: ''اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کا ساتھ دیا ہم ان کی اولاد کو بھی ان کے ساتھ شامل کر دیں گے اور ہم ان کے عمل میں سے کوئی چیز کم نہیں کریں گے ۔ہر شخص اپنے اعمال میں محبوس رہے گا۔''

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ ''اللہ تبارک و تعالیٰ مومن کی اولاد کو مومن کے درجہ میں اس کے ساتھ ملا دے گا اگر چہ وہ

(نیک) عمل میں اس سے کم (درجہ ہوں تاکہ ان کے قریب کرنے) سے اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی۔ پھر فرمایا:

"جو کچھ ہم اولاد کو درجہ میں بلند کریں گے وہ والدین (کے مرتبہ اور اعمال) سے کم کر کے نہیں دیں گے (بلکہ اپنے فضل سے دیں گے)

گھر والے سربراہ کے درجہ کی جنت میں:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: "جب آدمی جنت میں داخل ہو گا تو اپنے والدین اور بیوی بچوں کے متعلق پوچھے گا (کہ وہ کہاں ہیں؟) تو اس کو بتلایا جائے گا: "وہ (نیک اعمال کر کے) آپ کے درجہ تک یا آپ کے عمل تک نہیں پہنچے۔" وہ عرض کرے گا: "یا رب! میں نے تو اپنے لئے اور ان (سب) کے لئے عمل کیا تھا (تاکہ تو اپنے فضل سے ان کو بھی میرے ساتھ جنت میں جگہ عطا فرمائے)" چنانچہ ان سب حضرات کو اس جنتی کے ساتھ درجات میں پہنچا دیا جائے گا۔ پھر حضرت ابن عباسؓ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

"وہ لوگ جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کا ساتھ دیا (تو ہم ان کی اولاد کو بھی ان کے ساتھ جنت میں شامل کر دیں گے)" (حاوی الارواح)

مومنین کے مختلف درجات:

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ: "بس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب (ان کے سامنے) اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو ان کے قلوب ڈر جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیات ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو اور زیادہ (مضبوط) کر دیتی ہیں اور وہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں

جو کہ نماز کی پابندی کرتے ہیں اور ہم نے ان کو جو کچھ دیا ہے وہ اس میں خرچ کرتے ہیں۔ یہ سچے ایمان والے لوگ ہیں۔ان کے لئے ان کے رب کے ہاں بڑے درجات، مغفرت اور عزت کا رزق ہے۔"(القرآن المجید، سورۃ الانفال، آیت نمبر 2 تا 4)۔

جمعہ اور امام کا قرب بلندی درجات کا سبب:

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: "نماز جمعہ میں حاضری دیا کرو اور امام کے قریب بیٹھا کرو کیونکہ آدمی دور رہوتا جاتا ہے حتی کہ جنت میں بھی موخر کر دیا جائے گا اگر چہ اس میں داخل ہو چکے گا۔" (کتاب الجمعہ الا حادیث الصحیحہ: حدیث نمبر 301)

استغفار اولاد سے ترقی درجات:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"مردہ انسان کا ایک درجہ بلند کیا جاتا ہے تو وہ عرض کرتا ہے: "اے رب! یہ میرا درجہ کہاں سے بلند ہو گیا؟" تو اس کو کہا جاتا ہے: "تیری اولاد کے استغفار کی وجہ سے۔" (شرح الصدور از امام جلال الدین سیوطی)

تلاوت کرنے والے غیر حافظ کے درجات:

حضرت فضالہ بن عبید اور تمیم داری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ترجمہ: جو شخص ہر رات دس آیات تلاوت کرے گا اس کے لئے ایک قطار (ثواب کا) لکھا جائے گا اور ایک قطار (کا ثواب) دنیا اور جو کچھ اس میں ہے سب سے بہتر ہے۔

جب قیامت کا دن ہوگا تو تیرا رب فرمائے گا: ''پڑھ اور چڑھ ہر آیت کے بدلہ میں ایک درجہ ہے۔'' حتیٰ کہ وہ اپنی حفظ شدہ آخری آیت تک پہنچ جائے گا تو تیرا رب بندہ سے فرمائے گا: ''لے!'' تو بندہ رب تعالیٰ کے دست قدرت سے پکڑ لے گا اور کہے گا: ''یا رب! تو ہی خوب جانتا ہے (کہ میں کیا لوں)'' تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''یہ دائمی جنت اور یہ (دائمی) نعمتیں لے لے۔'' (البدور السافرہ: 707)

شفاعت سے جنت میں داخل ہونے والے:

بعض دوزخیوں کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کرے گا، بعض کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی وجہ سے، بعض کو اولیاء کرام کی شفاعت کی وجہ سے، بعض کو علماء کی شفاعت کی وجہ سے، بعض کو شہداء کی شفاعت کی وجہ سے اور بعض کو حفاظ کی شفاعت کی وجہ سے جنت میں داخل کرے گا۔ نیز اہل جنت کے درجات کو حضرات انبیاء علیہم السلام اور اولیاء عظام وغیرہ کی شفاعت سے بھی ترقی دی جائے گی۔'' (عمومی کتب حدیث)

کمی درجات:

حضرت ابراہیم تیمی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''جو شخص کوئی ایسا لقمہ کھائے یا ایسا گھونٹ پیئے جو اس کو خوش کر دے تو اس کی وجہ سے اس کا آخرت کا حصہ کم ہو جاتا ہے۔'' (البدور السافرہ: 1722)

افضل ومفضول:

1: حضرت سعید بن المسیبؓ سے مروی ہے کہ ان کی حضرت ابو ہریرہؓ سے ملاقات ہوئی تو حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو جنت کے بازار میں ملا دے۔''

حضرت سعید بن المسیبؒ نے عرض کیا: ''اے ابو ہریرہ! کیا جنت میں بازار ہوگا؟'' آپؓ نے فرمایا:

''ہاں! مجھے جناب رسول اکرم ﷺ نے بتایا ہے کہ جنت میں ایک بازار ہوگا جس کو فرشتوں نے گھیر رکھا ہوگا۔ اس میں ایسی ایسی نعمتیں ہوں گی جن کو آنکھوں نے نہیں دیکھا، نہ دلوں میں ان کا خیال گزرا اور نہ ہی ان کو کانوں نے سنا ہے۔ چنانچہ یہ جنتی اس بازار سے ملاقاتیں کریں گے۔ حتیٰ کہ ان لوگوں میں سے ہر ایک شخص اس شخص سے بھی ملاقات کر سکے گا جو اس کے اوپر کے درجہ میں ہوگا جب یہ اس کے لباس کو دیکھے گا تو اس کو گھبراہٹ ہوگی اس کا تعجب ابھی ختم نہ ہوا ہوگا کہ اس ادنیٰ جنتی پر بھی ویسا ہی لباس پہنا دیا جائے گا یا اس سے بھی زیادہ خوبصورت لباس پہنا دیا جائے گا۔ اس لئے کہ کسی شخص کیلئے مناسب نہ ہوگا کہ وہ جنت میں غمگین ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ: ''اور (وہ جنت میں داخل ہوکر) کہیں گے کہ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے ہم سے (ہمیشہ کے لئے رنج و) غم دور کیا۔ بیشک ہمارا پروردگار بڑا بخشنے والا بڑا قدر دان ہے جس نے ہم کو اپنے فضل سے ہمیشہ رہنے کے مقام میں لا اتارا، جہاں نہ ہم کو کوئی کلفت پہنچے گی اور نہ ہم کو کوئی خستگی پہنچے گی۔''

2: حضرت ضحاکؒ ''**لھم درجات مما عملوا**'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''بعض جنتی بعض سے افضل ہوں گے۔ جس جنتی کو فضیلت بخشی گئی ہوگی وہ تو اپنے کم درجہ والے کو دیکھ سکے گا لیکن کم درجہ کا جنتی اعلیٰ درجہ والے کو نہیں دیکھ سکے گا (تاکہ اس کو اس بات کا صدمہ نہ ہو کہ) اس پر لوگوں میں سے کسی کو فضیلت بخشی گئی ہے۔''

(زوائد زہد امام ابن مبارک، حدیث نمبر: 246) (صفۃ الجنۃ، از ابن ابی الدنیا: 194) (حادی الارواح، صفحہ نمبر 110)

اسلام اور حقیقت اسلام

(سید اسعد گیلانی)

اسلام کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کے احکام کے سامنے اپنا سر جھکا دینا۔ ساری کائنات کا مذہب اسلام ہے کیونکہ ہم خدا کی اطاعت و فرمانبرداری کو ہی اسلام کہتے ہیں ۔ سورج ، چاند اور ستارے سب مسلم ہیں۔ زمین بھی مسلم ہے ۔ ہوا اور پانی اور روشنی بھی مسلم ہیں ۔ درخت اور پتھر اور جانور بھی مسلم ہیں اور وہ انسان بھی جو خدا کو نہیں مانتا، نہیں پہچانتا، خدا کا انکار کرتا ہے، خدا کے سوا دوسروں کو پوجتا ہے، دوسروں کو اس کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے ۔ جی ہاں ۔ وہ بھی مسلم ہے، وہ اپنی فطرت اور اپنی آفرینش کے لحاظ سے مسلم ہی ہے کیونکہ اس کا پیدا ہونا، زندہ رہنا اور مرنا سب کچھ خدائی قانون کے تحت ہے اس کے تمام اعضاء اور اس کے جسم کے ایک ایک رونگٹے کا مذہب اسلام ہے کیونکہ وہ سب خدائی قانون کے تابع رہ کر اس کے مطابق بنتے ہیں، بڑھتے اور حرکت کرتے ہیں۔

اس حقیقت کی روشنی میں اسلام ساری کائنات کا دین ہے اس لیے کہ وہ نظام اطاعت پر قائم ہے اور اس نظام اطاعت کا دوسرا نام اسلام ہے۔ اس دلیل کی روشنی میں اسلام اپنی صداقت کے لیے کسی دوسری دلیل کا محتاج نہیں ہے۔ جس طرح آفتاب کا روشن ہونا اس بات کا محتاج نہیں کوئی اس کو روشن کہے اور جس طرح آگ کا گرم ہونا اس بات کا محتاج نہیں کہ کوئی اس کے گرم ہونے کو تسلیم کرے، وہ اپنے وجود میں خود ہی مکمل صداقت ہے ۔

اسی عظیم الشان حقیقت کو کھلے دل اور فراخ ذہن کے ساتھ قبول کر لینے والے کو مسلم کہتے ہیں ۔

اسلام میں توحید کو بنیادی اہمیت حاصل ہے ۔ یعنی خدا ہی پیدا کرنے ۔

پرورش کرنے، حفاظت کرنے احکام ہدایت دینے اور دنیوی زندگی کا حساب لینے کا مالک ہے ۔اس کے سوا کسی کے پاس کوئی اختیار نہیں ہے ۔موت وحیات کے فیصلے وہ کرتا ہے اور کائنات کے تمام نظام کو وہی چلاتا ہے اور قادر مطلق ہے وہی پرستش کے لائق ہے۔

توحید کے بعد اسلام میں رسالت کا تصور ہے ۔یعنی خدا نے کمال مہربانی سے انسانوں کو اپنے احکام اور مرضیات سے آگاہ کرنے کے لیے رسولوں کو یکے بعد دیگرے بھیجا اور آخری نبی حضرت محمد ﷺ ہیں تمام رسولوں کی تعلیمات واجب الاطاعت ہوتی ہیں۔

یہ عقیدہ کہ دنیوی زندگی کے تمام نیک وبد اعمال کا ہم نے مرنے کے بعد خدا کے سامنے اس کی تعلیمات اور رسولوں کی ہدایات کی روشنی میں حساب دینا ہے اور اچھے اعمال پر انعام اور بُرے اعمال پر سزا ہوتی ہے اس عقیدے کا نام عقیدہ آخرت ہے جو اسلام کا تیسرا بنیادی عقیدہ ہے ۔اسلام خدا کا پیغام ہے جو ہر انسان کے نام ہے یہ قیامت تک کے لیے ہے اور ہر دور میں انسان کی رہنمائی کا مکمل ذریعہ ہے۔

اسلام کے نظام اطاعت کی عمارت پانچ ستونوں پر قائم ہے جو درج ذیل ہیں۔

ا۔کلمہ طیبہ یا شہادتِ ایمان: جو انسان خدا کی توحید، رسول کی رسالت اور اسلام کے نظام زندگی کی حقانیت دیکھ کر اسلام میں داخل ہونا چاہتا ہے، وہ سب سے پہلے کلمہ طیبہ (لا الہ الا اللہ محمدؐ رسُول اللہ) پڑھتا ہے اور اس کے اعلان سے وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔

۲۔نماز: اسلام میں خدا کی عبادت اور اظہار بندگی و اطاعت کے لیے پانچ خاص اوقات مقرر کیے گئے ۔طلوع سورج سے پہلے نماز فجر، دوپہر ڈھلنے پر نماز ظہر، سورج زرد پڑنے پر نماز عصر، غروب آفتاب کے فوراً بعد نماز مغرب اور کچھ رات گزر جانے پر سونے سے پہلے نماز عشاء، یہ پانچوں نمازیں فرض ہیں جو کوتاہی کرتا ہے اس کا اسلام ناقص ہے۔

۳۔زکوٰۃ: سال بھر گزر جانے کے بعد بھی اگر کسی مسلمان کے پاس ایک خاص مقدار سے زائد رقم جمع رہے تو وہ اپنی جمع شدہ رقم کا ½2 فیصدی اور دیگر اموال میں مختلف شرح سے غریبوں، مساکین، یتیموں، بیواؤں اور مسافروں، قیدیوں اور دیگر دینی مقاصد کے لیے رقم راہ خدا میں نکالتا اور ایک اجتماعی نظم کے ذریعے صرف کرتا ہے۔ یہ زکوٰۃ بھی ہر صاحبِ نصاب مسلمان پر فرض ہے۔

۴۔روزہ: ہر سال ماہ رمضان میں مقررہ روزے رکھنا اور ان کے حدود کی احتیاط کرتے ہوئے ان کا اہتمام کرنا بھی ہر مسلمان پر فرض ہے۔

۵۔حج: جو مسلمان کعبۃ اللہ کے سفر کے لیے، اخراجات رکھتا ہو اور اپنی غیر حاضری میں اپنے اہل خانہ کی کفالت کا بھی اہتمام کر سکے اس کے لیے زندگی میں ایک بار سفر حج پر جانا، طواف کرنا اور دیگر مناسک حج ادا کرنا فرض ہے۔

قرآن خدا کا کلام ہے۔ جو حضرت محمد ﷺ پر براہ راست نازل ہوا اور اپنی اصلی صورت میں آج بھی موجود ہے۔ یہی وہ نظام زندگی ہے جس کے سانچے میں خدا کے ہر بندے کو اپنے آپ کو ڈھالنا چاہیے۔ قرآن چونکہ ہماری انسانی دنیا کا رہنما ہے اور مسلمان اسے پوری دنیا تک پہنچانے کے ذمہ دار ہیں آج مسلمانوں کی کوتاہی سے دنیا کا بہت بڑا حصہ قرآن کی تعلیمات سے بے خبر ہے اس لیے دنیا گم کردہ راہ اور تباہی و بربادی کا شکار ہو رہی ہے جس کا سارا وبال مسلمانوں پر ہے۔ مسلمانوں کو خود بھی اور دنیا کو بھی تباہی کے کنارے پر دیکھ رہے ہیں۔

مسلمانوں کو اسلام نے رمضان المبارک کے بعد عید الفطر اور حج کے بعد عید الاضحیٰ یعنی عید قرباں کے تہوار دیئے ہیں۔ مسلمان کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ برائی سے نیکی کی طرف

ہجرت کرے اور اگر کسی علاقے میں اسلام پر عمل ممکن نہ ہو۔تو اس علاقے میں منتقل ہو جائے، جہاں اسلام پر عمل ممکن ہو اس چیز کا نام اسلام میں ہجرت ہے۔

اسلام شادی بیاہ کے ذریعے جائز ازدواجی تعلقات کی اجازت دیتا ہے اور خاندانی نظام قائم کر کے اخلاق اور بچوں کی حفاظت کی ضمانت دیتا ہے۔

اسلام جس طرح آمدوصرف میں حلال وحرام کا اہتمام کرتا ہے اسی طرح غذا اور خوراک میں بھی حلال وحرام کا اہتمام کرتا ہے۔حلال وہ ہے جسے خدا اور رسولؐ نے استعمال کرنے کی اجازت دی ہے اور حرام وہ ہے جس سے اللہ نے منع کیا ہے اور ان کی ایک جامع اور مفصل فہرست اسلام میں موجود ہے۔اور جو چیزیں درج نہیں ہیں ان کے بارے میں اصول مقرر کر دیئے ہیں۔

لباس کے بارے میں اسلام کا نقطہ نظر یہ ہے کہ ہر قوم کا لباس اسلامی لباس ہے۔ بس اس میں برہنگی سے بچنے،فحاشی سے اجتناب کرنے اور ستر کا اہتمام کرنے کی ضرورت ہے ،اس اہتمام کے ذریعے دنیا کا ہر لباس اسلامی لباس بن جاتا ہے۔

۱۔اسلام کا پیغام ہر انسان کے نام یہ ہے۔

۲۔وہ خدا کا بندہ ہے اسے خدا کی بندگی اور اطاعت کرنی چاہیے۔

۳۔وہ ایک ماں باپ کی اولاد ہیں اللہ نے انسانوں کو بھائی بھائی بنایا ہے۔

۴۔کالے گورے،سیاہ وسفید،سرخ اور زرد سب انسان برابر ہیں۔

فضیلت صرف نیکی،شرافت اور تقویٰ میں ہے۔

انسان مٹی سے بنا ہے اور مٹی میں ہی مل جائے گا۔تکبر غرور اور بڑائی اس کا حق نہیں ہے۔

علم مسلم کا کھویا ہوا سرمایہ ہے ہر کسی سے حاصل کرنا چاہیے۔

ہر بے خبر کو باخبر کرنا اور بھٹکے ہوئی کو راستہ دکھانا ہر مسلمان کا فرض منصبی ہے۔

قرآن تمام انسانوں کے لیے ہدایت وراستی کا سرچشمہ ہے اس کے ساتھ متعصب کرنا گمراہی کے مترادف ہے۔ مسلمان اسی پیغام کا علمبر دار ہے۔ اس پیغام کو بے خبر انسانوں تک پہنچانا ہی جہاد ہے۔

حقیقتِ اسلام

اسلام دنیا میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت کا نام ہے جسے راہ ہدایت اور صراط مستقیم کہا گیا ہے۔ قرآن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو جو دعا سب سے زیادہ اہمیت کے ساتھ سکھائی ہے۔ وہ سورہ فاتحہ میں **اھدنا الصراط المستقیم** ہے یعنی اے پروردگار ہمیں تو سیدھا راستہ دکھا۔ سیدھا راستہ ہی انسان کی حقیقی ضرورت ہے جس پر چل کر وہ اطمینان قلب کی راحت حاصل کرتا ہے وہ دولت ہے جو کسی بازار میں کسی قیمت پر میسر نہیں آتی۔ سورہ فاتحہ کی پوری دعا جو ایک مکمل افتتاحی سورت پر مشتمل ہے۔ بندے کو اپنے مالک سے صراطِ مستقیم طلب کرنے کے آدب سکھاتی ہے۔

اس دعا میں سب سے پہلے مالک الملک کی حمد و ثنا سکھائی گئی ہے تا کہ اس کی توجہ، توفیق اور رحمت کو حرکت میں لایا جائے۔ اور اپنی عاجز بندگی کی طرف مالک کی کریمانہ اور خسروانہ توجہ کو مبذول کرایا جائے۔ الحمد اللہ رب العالمین۔ ساری تعریفیں اس ایک مالک اور سارے جہانوں کے پالنے والے کے لیے ہیں۔ اس طرح حمد و ثناء سے مالک کے دربار کی طرف یکسوئی اختیار کی جاتی ہے۔ اور یہ کہا جاتا ہے کہ جب وہ پالتا ہے۔ پرورش کرتا ہے اور اپنی زمین پر زندگی گزارنے کے سارے سروسامان اپنی کمالِ فیاضی سے عطا فرماتا ہے تو

ضرور مجھے اپنی زندگی کا مصرف بھی بتائے گا۔اس لیے کہ جو زندگی دینے والا ہے وہی اس زندگی کا مصرف بھی بتانے والا ہے۔

پھر الرحمٰن الرحیم کہہ کر اس کمال مہربانی اور کمال درجے کی رحمت و کرم نوازی کی دہائی دی جاتی ہے اس لیے کہ زندگی کا عطا کرنے والا ہی زندگی گزارنے کا راستہ بتائے گا اور اسکی منزل سے آگاہ کرے گا اس کے بعد مالک یوم الدین کہہ کر اس روز جزا میں حساب کتاب کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے کہ اے مالک جب تو ہی زندگی کے تمام مرحلے کا حساب لینے والا ہے تو پھر تو ہی اس حساب کو درست رکھنے اور درست کرنے کا طریقہ بھی بتانے والا ہے تاکہ عاجز بندہ گمراہی اور گم گشتگی کے دھکے کھا کر سزا کا مستوجب نہ بن جائے اس طرح اس کے انصاف اور عدل کو اپیل کی جاتی ہے پھر ایاک نعبد و ایاک نستعین کہہ کر یہ عرض کیا جاتا ہے کہ تیرے در کے سوا دوسرا کوئی در سجدہ ریزی کے لیے اور تیرے دربار کے سوا دوسرا کوئی دربار گداگری اور دست سوال دراز کرنے کے لیے مطلوب و محبوب نہیں ہے اور زندگی کی ایک ایک روش اور کارگاہ حیات کے ایک ایک موڑ پر مجھے تیری ہی دست گیری مطلوب ہے مالک میں یکسوئی کے ساتھ صرف تیرا ہی دامن تھامتا اور تجھی سے اپنا دامنِ مراد بھرنا چاہتا ہوں۔اتنی کچھ تعریف حمد کرم نوازی کی طلب، پرورش کے شکرانے اور امداد احتیاج کی یکسوئی کا اظہار کرنے کے بعد وہ صرف مدعا زبان پر آتا ہے جو زندگی کی سب سے بڑی نعمت اور اس دنیا کا سب سے بڑا قیمتی خزانہ ہے۔یعنی زندگی گزارنے کا سیدھا راستہ، وہ راستہ جو سیدھا مالک کی بارگاہ میں اسکی رضامندی اور خوشنودی کے مقصود کو حاصل کرتا ہے، وہی مطلوب راستہ عظیم ترین نعمت حیات ہے۔

"**اھدنا الصراط المستقیم** "مالک تو مجھے سیدھا راستہ دکھا۔بس یہی دعا حاصل زندگی ہے اور یہی حقیقت اسلام ہے ۔اس کے بعد بندہ اس راستے کی مزید وضاحت صرف اطمینان کلی کی خاطر کرتا ہے کہ وہ راستہ جس پر چلنے والے انعام یافتہ ہوئے جو نہ مغضوب ہوئے اور نہ گمراہ تھے اس لیے کہ سب سے بڑا انعام بھی یہی ہے کہ انسان اپنے کارنامہ زندگی پر اپنے مالک کی خوشنودی حاصل کرے اس کے سوا باقی جو کچھ ہے وہ سب اس زمین پر مٹی کا ڈھیر ہے چاہے وہ سونے کے انبار ہوں یا جواہرات کے ذخیرے۔سب کچھ مٹی کا ڈھیر ہے جو اس زمین پر پڑا رہ جاتا ہے ۔اور انسان عرصہ حیات میں سے گزر کر تنہائی دست آگے نکل جاتا ہے

اسی اسلام کو جو واحد صراطِ مستقیم ہے اس ہنگامۂ زندگی میں قرآن نے اسے کمالِ نعمت قرار دیا ہے۔

" آج ہم نے تمہارا دین تمہارے لیے کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اس بات کو پسند کر لیا کہ تمہارا دین اسلام ہو"۔(المائدہ۔۳)

یہ اللہ تعالیٰ کا عظیم احسان ہے کہ اس نے مسلمانوں کو یہ عظیم الشان نعمت عطا فرمائی ہے اور انہیں اسلام جیسا انعام دیا ہے جو دنیا میں سلامتی کا واحد راستہ ہے ۔اس احسان کا یہی بدلہ ہوسکتا ہے کہ مسلمان اس نبی رحمت ہادیٔ برحق ﷺ کی پوری پوری اطاعت کریں جن کی معرفت انہیں اللہ تعالیٰ کا یہ انعام ملا ہے یہ انعام کے شکرانے کا پہلا حق ہے اس انعام کی شکر گزاری کا دوسرا حق یہ ہے کہ یہ معلوم کیا جائے کہ اسلام کیا ہے اسکی حقیقت کیا ہے اس کا علم کیا ہے اس کا عمل کیا ہے اس کا ہم سے مطالبہ کیا ہے اور اسکی طرف سے ہم پر کیا کیا فرائض عائد ہوتے ہیں اور انہیں ہم کس طرح ادا کر کے خدا کے وفادار بندے اور رسول اکرم ﷺ کی وفادار امت بن سکتے ہیں ۔

اس سلسلہ میں یہ حقیقت جاننا بہت ضروری ہے کہ کوئی شخص مسلمان کس طرح بنتا ہے کیا مسلمان کے گھر میں پیدا ہو جانے سے اسلام خود بخود انسان کو مل جاتا ہے اور پھر وہ جو جی چاہے کرتا پھرے اسلام اس کے ساتھ کان، ناک، ہاتھ اور پاؤں کی طرح چمٹا رہتا ہے یا اسلام لانے سے انسان مسلمان بنتا ہے اور اس کے چھوڑ دینے سے انسان اسلام کے دائرے سے خارج ہو جاتا ہے اسلام انسان کو اللہ کی اطاعت کا راستہ بتاتا ہے اور درحقیقت اللہ کی اطاعت کا ہی دوسرا نام اسلام ہے۔ اسلام کا مفہوم اللہ کی اطاعت ہی ہے۔ کیا وہ شخص جو ارادے اور عمل سے اطاعت سے خارج ہو گیا ہو، کیا وہ پھر بھی اسلام کے دائرے میں موجود رہتا ہے۔ کوئی باہوش انسان ایسی غیر عقلی بات نہیں کر سکتا جب کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ۔

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم اسلام و اطاعت کے اندر پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔“

کیا اسلام کسی گھر کا نام ہے یا لباس کا نام ہے یا پانی کے تالاب کا نام ہے کہ ہم اس میں پورے کے پورے داخل ہو جائیں تو اس سے ہمارے مکمل اور سالم مسلمان ہونے کا ثبوت مل جائے۔ ظاہر ہے کہ اسلام خدا کا دیا ہوا ایک ضابطہ حیات ہے جس میں پورے کے پورے داخل ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ ہم اپنی زندگی کا ہر کام اسلام کے احکام کے مطابق کریں اس میں ہماری انفرادی اور گھریلو زندگی کے کاموں سے لے کر ہماری اجتماعی زندگی کے تمام شعبے شامل ہیں جن میں تعلیم، معاش، معاشرت، سیاست، حکومت اور مملکت سب موجود ہیں جہاں جہاں سے ہمارا کوئی گوشہ خیال و عمل اسلام کی حکمرانی سے خارج ہوتا ہے وہاں وہاں سے ہم نا مسلمان ہو جاتے ہیں۔ اور وہاں وہاں سے ہماری اپنے مالک کے ساتھ وفاداری بھی مشکوک ہو جاتی ہے۔

اس لیے اسلام کے حقائق میں سب سے بڑی اور پہلی حقیقت یہ ہے کہ ہم یہ معلوم کریں کہ اسلام ہماری زندگی کے ہر ہر گوشے میں کیا کیا رہنمائی دیتا ہے یعنی اسلام کے علم کا حصول ہماری پہلی ضرورت ہے ہم نے اپنی بے شمار نسلیں اسی طرح گزار دی ہیں کہ دنیا بھر کے علوم ہم نے حاصل کیے ہیں لیکن اپنی مسلمانی کی حقیقت کا وہ حقیقی علم حاصل کرنے میں کوتاہی کی جس کی مدد سے ہم کافر اور مسلمان میں حقیقی فرق کو جان سکتے ہم مسلمانوں کی ایک بہت بڑی عظیم خامی اسلام سے بے خبری اور اسکی حقیقی ہدایات سے عدم آگاہی ہے۔ جب کہ اس علم پر ہی کسی شخص کے مسلمان بننے اور مسلمان رہنے کا انحصار ہے۔ جس کے بغیر انسان ایمان جیسی قیمتی شے کو بے خبری میں ضائع کر بیٹھتا ہے اس لیے ایک مسلمان کو اتنا علم ہونا ضروری ہے کہ وہ یہ جان لے کہ قرآن کس مقصد کے لیے اور کیا تعلیم لے کر آیا ہے۔ بس ہر مسلمان اس کا لب لباب اور خلاصہ جان لے اور حضور اکرمؐ کس چیز کو مٹانے اور کس شے کو قائم کرنے تشریف لائے تھے۔ اسکو خوب پہچان لے ایک مسلمان کے لیے اس طریقہ زندگی سے واقف ہونا ضروری ہے جو خدا رسولؐ نے مسلمانوں کے لیے مقرر کیا ہے۔

اسلام کی دوسری حقیقت یہ ہے کہ اس نے مسلمان اور کافر میں واضح فرق بیان کیا ہے اور مسلمان کو سکھایا ہے کہ مسلمان کون ہوتا ہے اور اس کے اوصاف کیا ہوتے ہیں اور کافر کون ہوتا ہے اور اسکی حرکات کیا ہوتی ہیں۔

علم کے بعد مسلمان اور کافر کا دوسرا فرق عمل کا ہوتا ہے مسلمان خدا کے حکم سے واقف اور اپنے رسول اکرمؐ کے احکام سے آگاہ ہوتا ہے اور کافر ان چیزوں کو جاننے کی پرواہ نہیں کرتا اس طرح مسلمان اپنے مالک کے احکام اور اپنے آقا کی ہدایات کا اقرار کرتا اور ان

پرعمل کرتا ہے اور کافر ایسا نہیں کرتا۔اب جو باتیں کافر میں ہیں یعنی خدا اور رسولؐ کے احکام سے بے خبری اور نافرمانی۔اگر وہی باتیں مسلمان میں جمع ہو جائیں تو کیا قیامت کے حساب کتاب میں لوگ اعمال سے پہچانے جائیں گے یا پیدائش کے سرٹیفکیٹ اور میونسپل کمیٹی کے رجسٹر دیکھ کر کسی کے مسلمان اور مطیعِ فرمان ہونے کا فیصلہ کیا جائے گا۔

آپ خود ہی غور فرمالیجیے کہ جس قرآن کو لے کر عرب کے اُمّی لوگ اُٹھے تھے اور چند سالوں میں صنعتی پس ماندگی، معاشی بدحالی، زرعی عدم کفالتی اور دفاعی سر و سامان کی قلت کے باوجود کسی معجزے سے نہیں عملی جدوجہد، ایمان کی قوت اور زورِ بازو سے دنیا پر چھا گئے تھے۔ وہ قرآن لاکھوں کی تعداد میں ہر سال چھپ کر مسلمانوں کے گھروں میں تقسیم ہو جاتا ہے لیکن بے عملی کے سبب صرف تعزیت کی مجالس میں پڑھا جاتا اور مرنے والوں کی صرف ارواح کی بلندی درجات کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

اس قرآن کے حامل بدوؤں نے نانِ جویں کھا کر ایسی قوت حیدری پیدا کی تھی کہ اپنے دور کی دو سُپر طاقتوں کو اپنے آغاز کے ایام میں ہی پاش پاش کر دیا تھا اور اس کام کے لیے انہوں نے اپنی داخلی ایمانی قوت اور اپنے مالک کی غیبی نصرت کے سوا کسی بیرونی امداد پر بھروسہ نہ کیا تھا اسلام جب بھی غالب ہوا اسے کافر قوموں کی قوت کی پروا نہیں بلکہ اپنے مالک کی امداد غیبی اور اپنے ماننے والوں کی قوتِ بازو پر ہی اعتماد رہا ہے۔

پس حقیقتِ اسلام یہی ہے کہ مسلمان خدا کے حقیقی وفادار بندے بنیں اور اپنی تمام امدادیں اور حاجات اسی سے طلب کریں اور اس کے سوا کسی دوسرے سے سلامتی کی نعمت طلب نہیں کریں۔رسول اکرمؐ کی کامل پیروی کریں اور ان کے سوا کسی دوسری قیادت کی

طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھیں کہ قائدو ہادی برحق صرف آپؐ ہی ہیں قرآن پر عمل پیرا ہوں اور اسے کتاب انقلاب اسلامی سمجھیں جو مسلمانوں کو اٹھا کر دنیا کی قوموں کا امام بنا دینے کی قوت اور صلاحیت اپنے اندر رکھتا ہے قرآن کو سمجھیں اور اسے طاق نسیاں میں رکھ کر بھول جانے کا ظلم ترک کردیں ان کے پاس کائنات کے مالک کی زندہ کتاب موجود ہے اس پر خود عمل پیرا ہوں اور دنیا کو اس پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دیں اس لیے کہ قرآن یہی کہتا ہے۔

ترجمہ: ''جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلے نہ کریں وہی لوگ کافر ہیں۔ (المائدہ۔۴۴)

یہی کلمے کا مفہوم ہے۔یہی مسلمانی کا تقاضا ہے۔اور یہی اسلام کی حقیقت ہے کہ بندہ مالک الملک کے سوا دوسری کسی قوت سے خوف نہ کھائے نہ توکل رکھے اور صرف اسکی اطاعت کرے خوف، اور محبت و اطاعت صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے ہی خاص ہونی چاہیے۔اسلام مسلمان کو یہی سکھاتا ہے اور یہی حقیقتِ اسلام ہے

دعائے مغفرت

بابا جان یعقوب صاحب کے بھتیجے

فتح پور سے محمد ندیم کے ماموں زاد بھائی

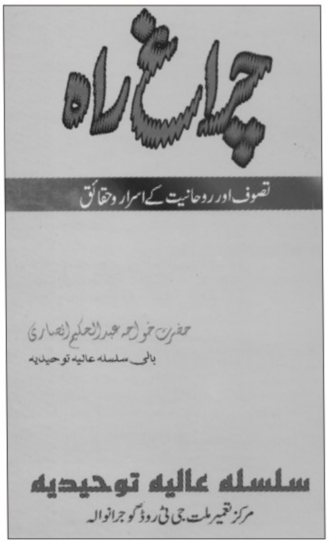
لاہور کے بزرگ بھائی جمیل مرزا (جو انصاری صاحبؒ سے بیعت تھے)

ملتان سے محمد اکرم بھائی کے سسر

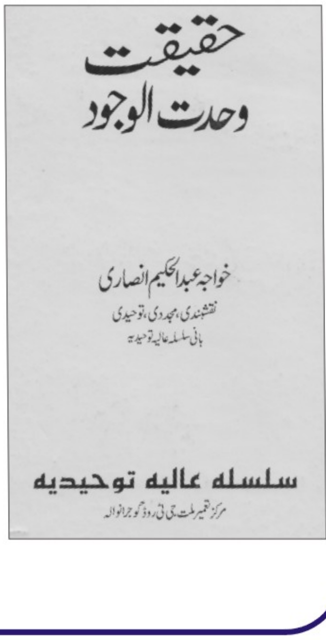
بقضائے الٰہی وفات پا گئے ہیں (إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّـا إِلَيْهِ رَاجِعونَ)

مرحومین کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعا فرمائیں۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

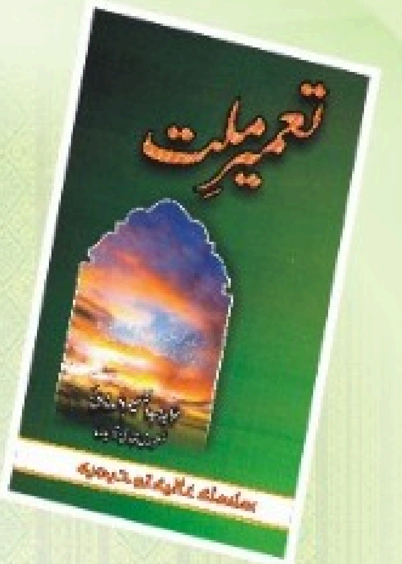


کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔ سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات، مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔ زوال اُمت میں اُمراء ،علماء، صوفیاء کا کردار۔ علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔ تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوّف کے انسانی زندگی پر اثرات۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔

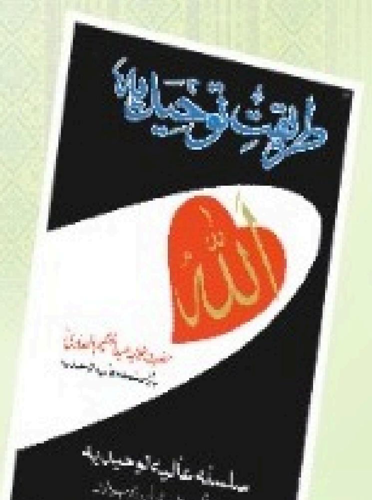


وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔ مصنّفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کردیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت، بنیادی سوال جس نے نظریۂ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظّام کو ہوجانے والی غلط فہمیاں۔

سلسلہ توحیدیہ کی مطبوعات



قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق وآداب کے اسرار ورموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔



یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کردیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد واذکار اور اعمال واشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کردیئے ہیں، جس پر عمل کرکے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کرسکتا ہے۔

Reg: CPL - 01

Website www.tauheediyah.com